بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرچیاں

(رباعیات. قطعات)

مجموعہ کلام

شہزادہ فصیح البیان

السید محمد جعفرؑ الزمان نقوی البخاری

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؑ جعفرؑ الزمان نقوی البخاری

کتاب : کرچیاں

مرتب : مہتاب اذفر

تکنیکی معاونین : علی رضا، بلال حسین

سنۂ اشاعت : 2011ء

تعداد : 1000

پرنٹرز : فدک پرنٹنگ پریس لاہور

ایڈیشن : دوم

پبلشرز : القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

کمرہ نمبر 11اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 021-3220537,32311979,32311482

Email: klbehaider@yahoo.com

ملنے کا پتہ : المنتظرین پبلیکیشن جمن شاہ ضلع لیہ

فون نمبر : 0606460259

ویب سائٹ : www.Khrooj.com

www.jammanshah.com

Email.jammanshah@gmail.com

ISBN-969-8809-48-4

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم

یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو جملہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام سے منسوب کرتا ہوں جن کے فضائل تو لامتناہی ہیں لیکن اس امید کے ساتھ کہ میری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ قدس میں شرف قبولیت عطا فرمائیں گے

اور دعا ہے کہ پاک خاندان علیہم الصلوات والسلام کا منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلد تشریف لائیں اور پاک اہلبیت علیہم الصلوات والسلام کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں۔

آمین یارب العالمین

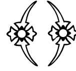
جعفر نقوی



اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمٌ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہ اَجمَعِین

شہنشاہ امامِ زمانہ

عجل اللہ فرجہٗ الشریف

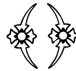


ابتدا کرتا ہوں تیرے نام سے

ہے تو ہی ہستی کی وجہِ ابتدا

چشمِ رحمت سوئے جعفرؑ بھی رہے

اے کریمؑ خضرا ، اے خیر القریٰ

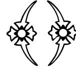


انبیاؑ جس نے نہ دیکھے ہوں کرامات کے ساتھ

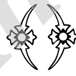
تین سو تیرہ کے انداز و ادا کو دیکھے

قَد نَرَی اللہ کی پھر کوئی بھی حجت نہ کرے

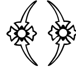
دیکھ لے مجھ کو جو چاہے کہ خدا کو دیکھے



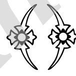
یہ تیرے جشن مسرت کی رات آئی ہے
تمہارے سجدے کو کل کائنات آئی ہے
یہ اہتمامِ مسرت بتا رہا ہے مجھے
تیرے وجود میں خالق کی ذات آئی ہے



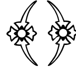
میرے ہر لفظ پہ اربابِ سخن غور کریں
رب الارباب ہے خلّاقِ زمن، غور کریں
رب الارض ان کو سمجھنا تو کوئی جرم نہیں
ان کا پروُردہ ہے ہستی کا چمن غور کریں



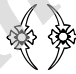
میرے قائمؑ تمہاری عظمت کے
فلسفے کس طرح سمجھ آئیں
میرے آقاؐ تمہارے پاؤں کو
انبیاءؑ چوم کر سکوں پائیں



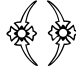
آلؐ اطہار کو دیکھا تو مجھے ایسا لگا
اپنے اوصاف میں وحدت کی پذیرائی ہے
ذاتِ وحدت کو جو دیکھا تو یہ معلوم ہوا
چودہ انوار کی ضو اس میں سمٹ آئی ہے



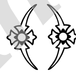
تیرا وجود حیاتِ امم ثباتِ امم
برائے زیست تیرے قول کائناتِ امم
تو اک اصول فروعاتِ دیں کے حلقے میں
تو صوم عصر، جہادِ امم ، صلوٰتِ امم



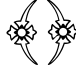
وہ تیرے قصر جلالت کے قیصری تیور
برآمدوں میں فرشتوں کے مستعد دستے
وہ کوریڈوروں میں حوروں کی پرنیاں اڑتی
وہ گیلریز میں پھولوں کے پاک گلدستے



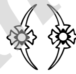
وہ کورنش کو جھکی عظمتوں کی کل ڈاٹیں
وہ تیرے قدموں میں بچھتے صفات کے قالین
وہ مجرا کرتے مسرت کے دلنشیں لمحے
تیرے حضور میں جھکتے ہیں عصر کے آئین



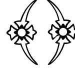
امامِ حق سے جو منکر ہوا زمانے میں
سمجھ لو عین حقیقت ہے اس فسانے میں
کہ اس کی موت ہے ایسے جہاں میں اے جعفرؑ
کہ جیسے کتا مرا ہو شراب خانے میں



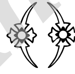
ہم دعا گو ہیں، تیرے عشاق کی منزل کہاں
لائق شانِ محبّ ، آلِ عبا ہی ہو تو ہو
تیرے عاشق ہونے کا دعویٰ تو ہے کفرِ صریح
لائق شایانِ عشق تو ، خدا ہی ہو تو ہو



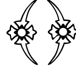
خالق ہے تجھے عشق اگر شاہِ زمن سے
محبوب کی الفت میں تڑپنا بھی ذرا سیکھ
عاشق ہے تو پھر آ، صفِ عشاق میں تو بیٹھ
اب چھوڑ خدائی کو اور آدابِ وفا سیکھ



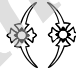
آنکھوں کے سرخ ڈورے رگیں ہیں گلاب کی
مستی سے شرمسار تمازت شراب کی
جھک جھک کے ہے یہ بوڑھا فلک دیکھتا سدا
قوسِ قزح چڑھی یہ تمہارے شباب کی



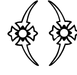
تھا تڑپنا ہماری قسمت میں
پہلے ہم ان کے پیار میں تڑپے
عمر کے روز جو بچے جعفرؔ
موت کی انتظار میں تڑپے



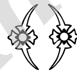
نہ نجم و ماہ پہ ، نہ بر آفتاب جچتا ہے
مجسم حسن تمہارا خطاب جچتا ہے
یہ عنفوان جوانی، یہ بانکپن، یہ ادا
تیرے وجود پہ بے شک شباب جچتا ہے



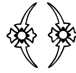
خوشبو کسی کے پیار کی پھیلی ہے چار سو
تن میں سما گیا ہے کوئی روح کی طرح
اس قرب پر بھی جانے ہے احساسِ ہجر کیوں
دل میں تڑپ ہے طائرِ مجروح کی طرح



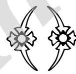
گزری تمام عمر تیری انتظار میں
اک برگِ گل ہو جیسے شکستہ بہار میں
امید کے چراغ بھی دم توڑتے رہے
بڑھتی گئی جلن بھی دلِ بے قرار میں



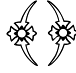
آج تنہائیوں کے زُمرے میں
بد نصیبی کا رونا روتا ہوں
تیری یادوں کی گرم موجوں میں
اپنے ہر دکھ کا داغ دھوتا ہوں



میں نے ہر چیز میں اک حشر بپا دیکھا ہے
میں نے قرآں کو بھی مصروفِ دعا دیکھا ہے
کتنی حیرت ہے کہ انساں کا سراپا اوڑھے
سیر کرتا ہوا خضرا میں خدا دیکھا ہے



ہر ایک ذہن سدا بے قرار رہتا ہے
فراق و ہجر کا عالم شکار رہتا ہے
دعائیں جاتی ہیں خضرا کی سمت جھک جھک
اجابتوں کا وہاں کردگار رہتا ہے

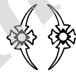


کس کی فرقت میں یہ کعبے کی سیاہ پوشی ہے

کس کی حکمت ہے کہ قرآن میں خاموشی ہے

پوچھو موسیٰؑ سے تو کہہ دے گا جہاں سے جعفرؑ

جلوہ قائمؑ کا میرے ، موجب بے ہوشی ہے

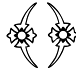


پوچھو نہ میرے دل کی حمیت کی انتہا

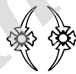
ہر شے سے بے خبر ہے یہ بیمار آپ کا

خالق کو بھی رقیب سمجھنے لگا ہے دل

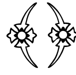
دیکھا ہے جب سے رب کو طلبگار آپ کا



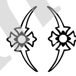
رحمتیں تلبیہ کہتی ہوئی آتے دیکھو
آج اسلام کو احرام سجاتے دیکھو
کعبۂ اہل وِلا آج عیاں ہوتا ہے
حج پہ تیار ہیں ، خالق کو بھی جاتے دیکھو



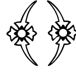
الفتِ شاؐہ میں گرفتار ہوا آج کی شب
حسنِ یوسفؑ بھی پرستار ہوا آج کی شب
ایک مدت سے نبی دید کے مشتاق تھے
ربِ ایمن کا وہ دیدار ہوا آج کی شب



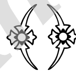
مقروض ہے ہر شخص شہنشاہِ امم کا
اب اپنے حسابات بجا کرنے پڑیں گے
بنتی ہے وصولی کی سکیم اب ذرا سوچو
سب قرضے مع سود ادا کرنے پڑیں گے



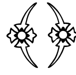
یہ جو غیبت کا ہے پردہ تو بھلا ہے اپنا
ورنہ اپنوں سے کرے کون گوارا پردہ
پردہ کھل جاتا ہمارا جو یہ پردہ اٹھتا
اس نے دراصل یہ رکھا ہے ہمارا پردہ



جو ظلم و جور کا خونی ڈرامہ جاری تھا
تو پردے والے نے اک دم گرا دیا پردہ
کہ اب تو سین ہی کچھ اور سامنے ہو گا
جو پردے والے نے اک دم اُٹھا دیا پردہ



غیبت کے ہر طرف جو ہیں پردے لگے ہوئے
پردہ نشین عصر بھلا کون ذات ہے
معبود ہے یا عبد مجھے کچھ خبر نہیں
قرآں بھی کہہ رہا ہے یہ پردے کی بات

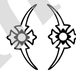


تیری یاد ہر دل میں جلوہ فگن ہے

تیرا ذکر مشکل کشا بن گیا ہے

نبیوں کی صورت میں اے آنے والے

توں پردے میں چھپ کر خدا بن گیا ہے

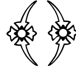


یزیدیت دعاؤں سے ہے خائف

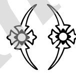
کوئی مختار بن کر پھر نہ آئے

حسینیت دعا کرتی ہے جعفرؔ

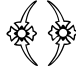
کہ اب مختار کا مختار آئے



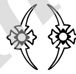
جو انتظار میں آنکھیں نہیں بچھا سکتا
اسے حدیث آئمہؑ کی کچھ خبر دیجئے
وہ شیعہ، شیعہ نہیں اور اگر وہ مر جائے
یہودیوں ہی کے مدفن میں دفن کر دیجئے



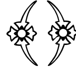
خدا نے عہد لیا تھا تمہاری نصرت کا
کل انبیاؑ کو تیرا انتظار رہتا ہے
نگاہیں ڈھونڈ رہی ہیں تجھے عوالم کی
ہر اک نظر کا کہاں کردگار رہتا ہے



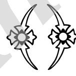
چھپنے والے تو سرِ عام چھپا کرتے ہیں
کوئی چھپتا نہیں عرفان کی بینائی سے
بھائیوں سے تیرا پردہ ہے اگرچہ یوسفؑ
پھر بھی مخفی نہیں تو چشم زلیخائی سے



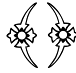
زمانے کی فضا ایسی ہے بدلی
کہ اب تقدیر کو نیند آ گئی ہے
ہے جس نے نیند باطل کی گنوا دی
اب اس شمشیر کو نیند آ گئی ہے



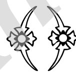
تمام ہستی کو شیدا بنا کے کیوں گم ہو
تم اپنے پیار کی راہیں دکھا کے کیوں گم ہو
ہماری خیر ہے تڑپاؤ گے تو تڑپیں گے
خدا کی آنکھوں کی نیندیں چرا کے کیوں گم ہو



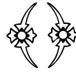
ہے انتظار کی شدت میں موت کی تلخی
تم انتظار میں سب کو بٹھا کے غائب ہو
ہے منتظر تیرا خالق ، اگرچہ ارفع ہے
کیوں اس کو موت کی تلخی چکھا کے غائب ہو



خالق سے پوچھتا ہوں کہ اے میرے مہرباں
تم خواہ مخواہ الجھے ہو کیوں انتظار میں
مجھ سے ہے غیب تجھ سے تو غائب نہیں ہے وہ
کیوں تو میری طرح سے تڑپتا ہے پیار میں



آنکھوں میں انتظار کی شمع جلا کے ہم
بیٹھے ہیں انتظار میں پتھر بنے ہوئے
سجدے کئے ہیں اتنے تیری راہِ شوق میں
ہیں نقش پا ہماری جبیں پر بنے ہوئے

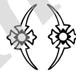


ہے گلشن نبیؐ کو تیرا انتظار آ

لوٹے ہوئے چمن کی مہکتی بہار آ

دست خزاں کی زد میں ہے کلیوں کا رنگ و بو

بن کر بہارِ رحمتِ پروردگار آ

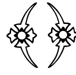


باطل کے پرستاروسن لو غارت گرِ باطل آتے ہیں

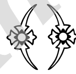
مدت کی ترستی آنکھوں کی امید کا حاصل آتے ہیں

اے چشمِ حزیں مت اشک بہا، اے دل تو ذرا اب ہنس کے دکھا

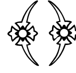
ہر درد کے درماں آتے ہیں کفار کے قاتل آتے ہیں



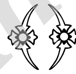
چشمِ عشاق سے بھی حسن بھلا چھپتا ہے
دم بدم کھلتا ہے تو خود کو چھپانے والے
آتشِ عشق جو ہے دل میں جلائی تو نے
اس کو کچھ اور بڑھا، زندہ جلانے والے



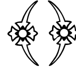
تیرے کرم کی زمانہ بھی انتہا دیکھے
نہ جو کسی پہ ہوئی ہو وہی عطا دیکھے
میں چاہتا ہوں دعا جب بھی نکلے ہونٹوں سے
زمانہ تخت پہ بیٹھا میرا خدا دیکھے



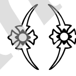
تجھے آج جلوہ نما دیکھنا ہے
سر تخت وحدت کشا دیکھنا ہے
کچھ اس شان سے تخت پر آ کے بیٹھیں
تجھے مسکراتا ہوا دیکھنا ہے



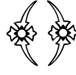
پسند آپ کو اشکوں سے پرُ ہیں گر آنکھیں
تو آنکھیں میری ہمیشہ یہ آبدار رہیں
مگر یہ شرط ہے اپنی خوشی دِکھا ان کو
خوشی کے اشکوں سے تا حشر اشکبار رہیں



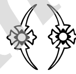
یہ سارے گھر کی تمنا ہے اے میرے آقاؑ
تو انتقام کی تلوار اب اُٹھا کے دکھا
یہی کمال تمنا ہے ، انتقام سے اب
تو کردگارِ وفاؑ کو ذرا ہنسا کے دکھا



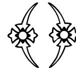
تیرے جشن سے بھی مطلوب ہے خوشی تیری
تو پورا اپنے جشن کا یہ مدعا کر دے
یہ عارضی سا جشن ہے مگر تو قادر ہے
اسی میں دائمی اپنا جشن بپا کر دے



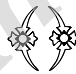
تیری خوشی کی شب ہے چراغاں ہے ہر طرف
لیکن تیری خوشی کو ہیں آنکھیں ترس رہی
ان موم بتیوں کو ذرا غور سے تو دیکھ
ان کی بھی ہیں فراق میں آنکھیں برس رہی



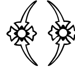
اس جشن میں شامل سبھی افراد یہ آقاؐ
خوش ہونے نہیں، آپ کو خوش کرنے ہیں آئے
اب سارا جہاں اپنی خوشی دیکھ چکا ہے
لازم ہے کہ اب تو بھی خوشی اپنی دِکھائے



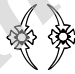
لازم ہے شاہِؑ حق کو بلانا بھی چاہیے
اپنا مقدر آپ بنانا بھی چاہیے
ہے بے بہا کرم تو کچھ آنسو بہا کے دیکھ
رب کے کرم کو کوئی بہانہ بھی چاہیے



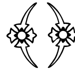
ٹھیک ہے مظلوم کا ذکر عزا بھی چاہیے
لیکن اس ذکر عزا میں یہ دعا بھی چاہیے
درد وغم کب تک رہے گا خانۂ مظلومؑ میں
انتقامِ شہنشاہِؑ کربلا بھی چاہیے



ہو اگر بارانِ اشک اور گریہ و آہ و بُکا
گر دعا شامل نہ ہو ذکرِ عزا ہے ناتمام
آنسوؤں کی دستکوں سے کھلتا ہے بابِ قبول
جعفرؔ ان اشکوں میں شامل کر دعائے انتقام



احیائے ذکر قائمؑ آلؑ عبا کرو
طرزِ جدید پر ذرا ذکر خدا کرو
سادانیوں کے لٹنے کا گر دل میں درد ہے
تو پھر امامؑ عصر کو پیہم دعا کرو

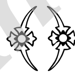


کعبہ کہتا ہے کہ پھر وجہِ خدا آتے ہیں

یہ بھی ممکن ہے نیا حکم سنایا جائے

بیت مقدس کی طرح مجھ کو معطل کر کے

سامرہ میں نیا اک قبلہ بنایا جائے

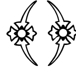


جس جگہ وجہِ خدا جلوہ کشا ہوتے ہیں

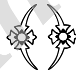
چاہے بت خانہ ہو مسجود بنا کرتا ہے

کعبہ مسجودِ دوعالم ہے مگر آج کی شب

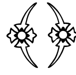
اپنے سجدے سوئے سرمن وہ ادا کرتا ہے



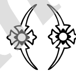
حسن خالق کا سمندر ہے تیرا روئے حسیں
چشم بینا تو وضو اس سے کیا کرتی ہے
میری آنکھوں کے جھپکنے کی حقیقت یہ ہے
یوں ہر اک، آنکھ نماز اپنی ادا کرتی ہے



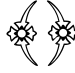
سلطان میرے معدنِ اَسرارِ خدا ہیں
جو قائمؑ و قیمؑ ہیں ضیاؑ اور ضحیٰؑ ہیں
اس ذات کی توصیف ہے جعفرؑ یہی کافی
ہر پہلوئے تعریف میں توحید نما ہیں



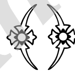
کون کہتا ہے کہ سلطانِ امم غائب ہیں
عقل اندھی ہو تو کیا شمس کرم غائب ہیں
ایک نقطہ ہے یہ جعفرؑ جو خرد میں آئے
وہ تو موجود ہیں اور اصل میں ہم غائب ہیں



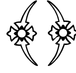
غیبت شاہِ زمن کیا ہے نظر کا پردہ
جب وہ حاضر ہیں تو غیبت پہ نہ تکرار کرو
طور اور عرش پہ جانے کی ضرورت کیا ہے
اپنے ہی قلب کی گہرائی میں دیدار کرو



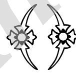
جب تلک غیب رہے فجر کا مصداق رہے
جب طلوع ہو تو اسے شمس ضحیٰ کہتے ہیں
ہو سر عرش نمودار تو والنجم ہے وہ
اور ہو قائمؑ تو زمانے کی بقا کہتے ہیں



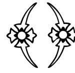
انبیاؑ کی وہ کرے چھپ کے ہدایت تو اسے
کل نبی اور وصی نورِ ھدیٰ کہتے ہیں
شکل انسان میں وہ آئے تو مہدیؑ سمجھے
عرش پہ بیٹھ کے بولے تو خدا کہتے ہیں



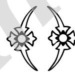
آنکھ میں نورِ حقیقت کی وہ رویت نہ رہی
دل کے ان اندھوں نے قدرت پہ دیا دھر الزام
ہے کسی اندھے کو خورشید نہ دِکھنے کا گلہ؟
ہم یہ کیوں کہتے ہیں دنیا سے کہ غائب ہے امامؑ



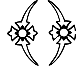
وہ دھڑکنوں کی طرح دل سے جب گزرتے ہیں
تو کافی دیر تک آتی ہیں آہٹیں ان کی
تصوروں میں تبسم فزا لب نازک
ہیں چھوڑ جاتے سدا مسکراہٹیں ان کی



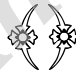
اشکوں کے انگاروں سے دہک اُٹھے پپوٹے
اور ہونٹوں کی چمنی سے دھواں آہ کا نکلا
دیدار کی حسرت نے جو بھینچا میرے دل کو
آنکھوں سے ہر اک اشک تری چاہ کا نکلا



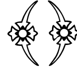
تیرے پانے کی آرزو پا کر
ہم تو خود کو مٹائے جاتے ہیں
اپنی گنتی کی چند سانسوں کو
دھیرے دھیرے سے کھائے جاتے ہیں



آنے والے کو کچھ پتہ ہی نہیں
ہم بھی بیٹھے ہیں ان کی راہوں میں
عصر کے کربلا میں سمٹا کر
خود کو بیٹھے ہیں ہم نگاہوں میں



ہر نئے سال کے چڑھتے ہوئے سورج کی طرف
تیرے آنے کی تمنا سے نظر کرتا ہوں
تیرے دیدار کے لمحوں کی توقع رکھ کر
حال میں ماضی کی وادی سے گزر کرتا ہوں

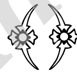


یہ کس نے چاند ستاروں کو نور بخشا ہے

مسیحؑ کو چرخ تو موسیٰؑ کو طور بخشا ہے

ملائکہ بھی رہے دنگ علمِ آدم پر

یہ مشتِ خاک کو کس نے شعور بخشا ہے

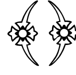


اٹھے گی چشمِ کرم اور ہم انتظار میں ہیں

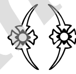
مٹیں گے درد و الم اور ہم انتظار میں ہیں

بنے گا روح کے آنگن میں قبلۂِ ایماں

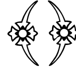
جبینیں ہونا ہیں خم اور ہم انتظار میں ہیں



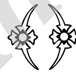
بشر کے ذہن کو دیکھا تو انتہا نہ ملی
بشر سی قدسیوں کو بھی خرد رسا نہ ملی
تلاشِ مرتبہ ءِ ہادیؐ زماں میں مگر
خرد نے ڈھونڈنا چاہا تو ابتدا نہ ملی



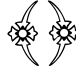
عدل کی کرسی پہ شاہِ دیں کو جب پاؤں گا میں
یا علیؑ کہتے ہوئے سجدے میں گر جاؤں گا میں
میرے اس سجدے پہ وہ شایانِ شاں ہو گی عطا
ساکنانِ عرش کو عظمت میں شرماؤں گا میں



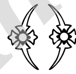
لے کے عصیاں خود بروزِ حشر جب آؤں گا میں
واں لوا الحمد شاہؑ کے ہاتھ میں پاؤں گا میں
دیکھ کر میری ندامت مسکرا دیں گے علیؑ
ان کے دامانِ کرم میں جا کے چھپ جاؤں گا میں



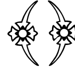
میں گناہ گاروں کی ہوں بے شک مثالِ بدتریں
یہ شفیع المذنبین و رحمت اللعالمین
ہر گناہ مجھ میں ہے لیکن اس گناہ سے پاک ہوں
ان کی رحمت سے کبھی مایوس میں ہوتا نہیں



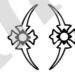
تیری الفت میں جو اک لفظ ادا ہوتا ہے
وہ بھی ثقلین کی طاعت سے سوا ہوتا ہے
جو بھی ہے تیری محبت سے توسل رکھتا
واللہ اس شخص کو دیدارِ خدا ہوتا ہے



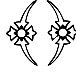
ظہور ہو گا جو سلطانِؑ حق کا دنیا میں
کہیں گے عیسیٰؑ یہی مرتضیٰؑ کا بیٹا ہے
مباحثہ ہو گا نصرانی و نصیری میں
کہیں گے دونوں ہمارے خدا کا بیٹا



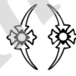
دیا ہے حکم ملکوں کو خدا نے رقص کرتے ہیں
مچل کر خود مسرت کے خزانے رقص کرتے ہیں
صفوفِ انبیا میں باجے بجتے ہیں مسرت کے
سروں کے زیروبم میں شادیانے رقص کرتے ہیں



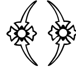
کفر چھایا ہے مکدر ہے زمانہ آ جا
زندگی ، درد کا بکھرا ہے فسانہ ، آ جا
تیغ براں تیری ادیان و ملل ہائے تمام
ایک کرنے کا ہے چھوٹا سا بہانہ آ جا



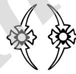
نا امیدی سے ہوا ویران باغِ آرزو
اب نہیں جلووں کی چشم منتظر کو جستجو
انتظار ان کا ، قیامت کا تھا گویا انتظار
انتظارِ فصلِ گل میں کون ہو گا سرخرو



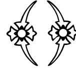
منتظر ہی مقصدِ لولاک ہے
نور سے معمور ہے گو خاک ہے
یہ جہاں تو ہے مقامِ منتظر
لامکاں ورنہ مکاں سے پاک ہے



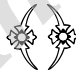
پوشیدہ ہیں قدرت کی طرح نورِ خدا میں
ظاہر ہیں یہ سورج کی طرح ارض و سما میں
ظالم سے خفی اور یہ مومن پہ ہیں ظاہر
وہ عقل کا اندھا تو یہ پابند رضا میں



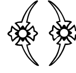
مرکزِ نورِ خدا رہنما ہے قائمؑ
شیشۂ مہر کی تابندہ جِلا ہے قائمؑ
جلوہ اس نور کا گر دیکھتے حضرت موسیٰؑ
واللہ کہہ دیتے ، یہی میرا خدا ہے قائمؑ



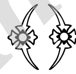
بگڑی دنیا کو بنانے کیلیۓ آ جاؤ
راہِ حق سب کو دکھانے کیلیۓ آ جاؤ
آپ کے نام سے جلتے ہیں جو دنیا میں انہیں
نارِ دوزخ میں جلانے کیلیۓ آ جاؤ



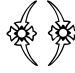
نامِ قائمؑ سے جو جلتے ہیں سو جل جائیں گے
وہ عدو اپنی عداوت کی سزا پائیں گے
آنے والے کی قسم جب بھی وہ آ جائے گا
تیغِ کرارؑ سے یہ بچ کے کدھر جائیں گے



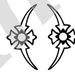
طُرۂِ تاجِ تقدس ہے محبت تیری
مثلِ توحید ہے پوشیدہ حقیقت تیری
ربِ کعبہ کی قسم رب کے تمہیں وارثؐ ہو
کعبہ کرتا ہے شب و روز عبادت تیری



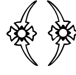
ہے اسم تمہارا ہی تو ملکوت کی تسبیح
غیبت ہے تو ہے غیبتِ توحید کی تشریح
اسلام پلٹ آیا ہے پھر کفر کی حد میں
اب تجھ پہ ہی موقوف ہے اسلام کی تصحیح



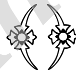
یَوْمَ نَدْعُوا پڑھو ، ارشادِ خداوندی ہے
جس کی ہر قوم میں یکتائی ہے پابندی ہے
ہادیٔ عصر کے عرفاں سے جو بے بہرہ ہے
طینت اس شخص کی سجین کی ہے ، گندی ہے



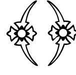
اس قدر گردشِ تقدیر مخالف ہے میری
جب دعا کرتا ہوں الفاظ بکھر جاتے ہیں
کوئی امید سرِ دستِ دعا کیا آئے
ہاتھ اٹھتے ہی میرے شرم سے بھر جاتے ہیں



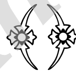
برکتِ آلِ محمدؐ کا ہو دنیا پر ورود
روحِ ہستی سر بہ خم ہو کر پڑھے ان پر درود
دل میں بے کل آرزوئیں حسرتیں ہیں بے قرار
قبلۂ عشق و محبت کے تڑپتے ہیں سجود



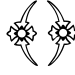
رب کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں کہتے ہیں
کہتے ہیں عدل میں کچھ دیر ہوا کرتی ہے
عرض کرتا ہوں اگر ہو میری گستاخی معاف
عدل میں دیر بھی اندھیر ہوا کرتی ہے



مانتا ہوں عدل کا منبر لگے گا ایک دن
لیکن اس تاخیر میں خود عدل ہی کھو جائے گی
گر ہوا نہ فیصلہ بر وقت اے میرے کریمؐ
انعقادِ عدل تو ہو گا پہ دیر ہو جائے گی



اس قدر صبر بھی اچھا نہیں اے میرے کریمؐ
جس سے ظالم یہ کہے روزِ سزا ہے ہی نہیں
چھُوٹ اتنی بھی نہ دے وقت کے فرعونوں کو
جس سے کوئی یہ کہے اب تو خدا ہے ہی نہیں

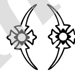


ظلم آخر ظلم ہے مٹ کر رہے گا ایک دن

مٹ گئے مظلوم تب ظالم مٹا تو کیا ہوا؟

عدل کی دہلیز پر جب مدعی دم توڑ دے

تب ہوا بھی فیصلہ انصاف کا تو کیا ہوا

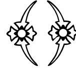


نہ جذبِ شوق نہ سوزِ دروں نہ ذوقِ نظر

یوں بے دلی سے تیرا ہم نے انتظار کیا

نہ ان میں صدق، کھرے لفظ اور تڑپ نہ جنوں

تیرے حضور دعاؤں کو بے وقار کیا

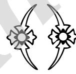


تیرے مزاج کے قابل کوئی بیاں ہی نہ تھا

کوئی تمنا کے کاسے میں آرزو نہ رہی

دراز دستِ دعا اس طرح ہوئے جعفرؔ

میری دعاؤں کے لفظوں کی آبرو نہ رہی

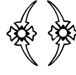


دہکتے جذبوں کی دل میں اگر تڑپ ہی نہیں

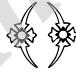
تو پھر دعا سے تمنا کو ہمکنار نہ کر

تو مردہ لفظوں کی قبریں اٹھا کے ہاتھوں میں

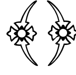
تو اپنے رب سے دعاؤں کو شرمسار نہ کر



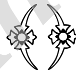
تو دیکھ میری دعاؤں کی خستہ حالت کو
جو خستگی سے تیرے در پہ بھی نہ آ پائیں
تو بھیج اپنے کرم کے جواں فرشتوں کو
جو اِن کو بابِ اجابت پہ خود اٹھا لائیں



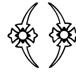
جس طرح زخمی مریض ناتوان و خستہ حال
گرتا پڑتا ڈھونڈتا پھرتا ہو کوئی ہسپتال
اس طرح میری دعا بابِ اجابت کی طرف
ہے رواں آقا مگر آ کر اسے تو خود سنبھال



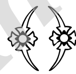
زندگی وقفِ جہنم ہے تیری فرقت میں
اک شبِ حشر نمایاں ہے تیری غیبت میں
تیری نظروں کے تعاقب میں رواں ہیں خوشیاں
اک نظر کیجئے ہم پر بھی شبِ ظلمت میں



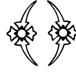
شاعر شعور شعر کی ہر شارعِ خیال
لوح و قلم کلیم تکلم کی خوبیاں
عالم علیم علم تعلم کی جمگلی
تا حشر کر نہ پائیں تیرا حسن خو بیاں



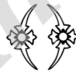
جب عبادت میں تیری یاد کی کرنیں پھوٹیں
طورِ سینا کی تجلی کا مزا یاد آیا
ذکر خالق میں ملا جب تیری الفت کا سرور
جو بھی یاد آیا میں سمجھا کہ خدا یاد آیا



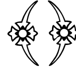
اٹھو اٹھو غافلو جہاں میں ہے آج سیلابِ نور آیا
اب اندھے ذہنوں کی مملکت میں ہے آفتاب شعور آیا
حرام زادوں کی زندگی پر کھلا ہے دوزخ کا پھر دہانہ
حلال زادوں کی زندگانی میں انقلاب سرور آیا



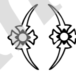
جبریل نبیوں کو کہو جلد ہی آؤ
آ کر میرے اس حسن کی تعریف سناؤ
یہ ہے میرا مظہر تو میں مظہر ہوں انہیں کا
آ کر میرے دیدار سے تم لطف اٹھاؤ



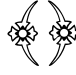
تیرے آنے کا تصور ہے سہارا دل کا
ورنہ مظلوم کے جینے کا سہارا کیا تھا
عدل ہو گا تیرے آنے سے یہ امید تو ہے
یہ نہ ہوتی تو غریبوں کا گزارا کیا تھا



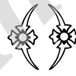
تیرا پڑا ہے تشنۂ تکمیل انتقام
تجھ میں نہ جانے جذبۂ مختیار کیوں نہیں؟
دشمن کے حوصلوں میں ہے فرعونیت کا رنگ
تو بے نیام کرتا ذوالفقار کیوں نہیں؟



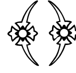
اے دردِ دل تمہاری ہے محنت یہ رائیگاں
کوئی بھی کام تجھ سے نرالا نہیں ہوا
آنکھوں سے ہو رہی ہیں ستاروں کی بارشیں
غیبت کی شب میں پھر بھی اجالا نہیں ہوا



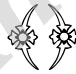
اپنی خوشیوں سے بے نیاز ہے تو
اور نہ خوشیوں کی تجھ کو حاجت ہے
پر تیرے جو ہیں چاہنے والے
ان کو ان کی بہت ضرورت ہے



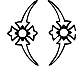
تحت الزماں نبی ہیں تو فوق الزماں ہے تو
کہتے ہیں سب تو صاحبِ عصر و زمان ہے
ہر اک نبی نے بچپن و دیکھیں ضعیفیاں
لیکن تمہاری ذات ازل سے جوان ہے



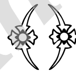
کونین منتظر ہے عبادت کے واسطے
ہر شے پکارتی ہے عبادت قبول کر
کعبہ زمانے سارے کے سجدے سمیٹ
کہتا ہے آ کریمؐ یہ مجھ سے وصول کر



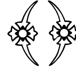
تیرے حضور میں الفاظ سر بہ سجدہ رہے
نہ میرے فکر کی لعبہ نظر اٹھا کے چلی
تمہاری مدح میں ہیبت سے یا کہ مستی سے
میری زباں بھی چلی گر تو لڑکھڑا کے چلی



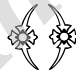
ابن عربی کا ہے یہ قول حقیقت لگتا
والیِ عصر کا بِسّیف گر اظہار نہ ہو
قتل کے فتوے سبھی اہل قلم دے دیں گے
ان کے ہاتھوں میں اگر کوندتی تلوار نہ ہو



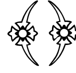
منتقم ہے تو ہی غریبوں کا
خوں بہا لے ، تو خوں بہا کے دِکھا
گردنیں پل رہی ہیں مدت سے
اپنی تلوار آزما کے دِکھا



تیری تلوار کی عظمت سے بھی انکار نہیں
جتنا چاہے گی لعینوں کا لہو چاٹے گی
گردنیں دیکھ کے ملاؤں کی میں سوچتا ہوں
کس طرح اتنے وہ پیپل کے تنے کاٹے گی

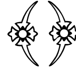


آلِ احمدؐ پہ نہ گر اتنے مصائب ہوتے
والیٔؑ دین زمانے سے نہ غائب ہوتے
جعفرؑ اس دور میں کوئی بھی نہ گمراہ ہوتا
راہنما اپنے جو سرکارؐ کے نائب ہوتے

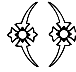


مَنْ قُتِلَ مَظْلُوم   یہ خالق کا ہے فرماں
منصور بنائے گا خدا اس کے ولی کو
کب رکتا ہے جعفرؑ جو کہ اک امر خدا ہے
تم روکتے ہو منتقم ابنِ علیؑ کو

انتظار و اُمیدِ وصل

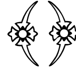


زندگانی گزار بیٹھے ہیں
برسرِ رہ گزار بیٹھے ہیں
جیت کر دو جہاں کی امیدیں
دو جہاں اپنے ہار بیٹھے ہیں

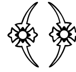


ہم منتظر ہیں عاشق بے مایہ کی طرح
پردے میں تو ہے جلوۂ محبوب کی طرح
کنعانِ کائنات کی ہر شے میرے کریمؐ
اب منتظر ہے دیدۂ یعقوب کی طرح

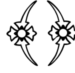
کمالِ عقیدت



تیرے جلال نے مرعوب کر دیا اتنا
تیرے جمال کی لذت اٹھا نہیں سکتا
تیرے جمال سے مخمور ہونے والوں کو
تیرا جلال بھی پل بھر ڈرا نہیں سکتا



ابلیس کی طرح نہیں سجدے یہ بے حضور
محوِ سجود رہتے ہیں پیہم خدا کو ہم
کعبہ ہماری شانِ عبادت پہ دنگ ہے
قبلہ بنا چکے ہیں تیرے نقشِ پا کو ہم

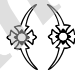


کبھی ترکِ صلواۃ ایسی نہ میں نے کچھ خطا کی

چھپا کر یوں زمانے سے عبادت باخدا کی

تصور میں کسی کے پاک قدموں کا کیا سجدہ

نمازِ عشق جعفرؑ نے ہمیشہ یوں ادا کی ہے

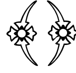


تیرے قدم سے ربط ہے میری جبیں کا یوں

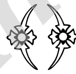
میری دعا کو پھل یہ سر عالمیں لگے

جعفرؑ ہے میری روحِ عقیدت کی آرزو

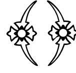
ہر نقش پا ترا میرا نقشِ جبیں لگے



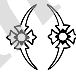
میرے کمالِ عشق کی تو آرزو نہ پوچھ
آقاؐ نہ جانے آپ کو یہ بات کیا لگے
میری جبیں ہو جذب تیرے نقش پا میں یوں
دیکھیں میری جبیں تو تیرا نقشِ پا لگے



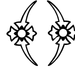
اعمالِ خیر کی مجھے فرصت نہیں ملی
لیتا رہا ہوں تیری بلائیں تمام عمر
اپنے لئے تو کوئی عمل کر نہیں سکا
دیتا رہا ہوں تجھ کو دعائیں تمام عمر



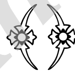
خرام ناز کے دوراں ہمارے آقاؐ کے
قدم فلک پہ پڑیں یا کسی زمیں پہ پڑیں
میری دعا ہے یہ جعفرؔ کہ میرے مولاؐ کے
قدم جہاں بھی پڑیں وہ میری جبیں پہ پڑیں



جب تیرے پیار کی آغوش میں سر ہوتا ہے
حاصل زیست وہی لمحہ بسر ہوتا ہے
جب میں سر رکھتا ہوں سجدے میں عبادت کیلئے
نقش پا تیرا میرے پیش نظر ہوتا ہے

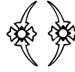


پنتھ ہو ایک تو دو کاج بنا لیتا ہوں
دونوں ہاتھوں ہی میں لڈو میں اٹھا لیتا ہوں
تیری تصویر ابھر آتی ہے جب کعبے پر
سر بصد عجز سوئے قبلہ جھکا لیتا ہوں

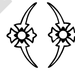


کوئی تو شانِ ہمایونی پا کے نازاں ہے
تیری غلامی پہ آقا سدا ہے ناز مجھے
تمہارا نام میرا حاصل عبادت ہے
بجز اسی کے نہ آئی کوئی نماز مجھے

جناب عمران علیہ الصلوات والسلام

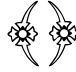


مرتبہ عمرانؑ کا کچھ اور بڑھتا جائے ہے
نخلِ باطل از جہاں جڑ سے اُکھڑتا جائے ہے
آج کل جعفرؑ ہیں کوشاں جس قدر اہل جہود
آفتابِ شانِ عمرانؑ اور چڑھتا جائے ہے

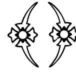


لگاؤ فتوے نہ عمرانؑ پر، کہ پاپ ہیں یہ
نبوت اور امامت کا اِک ملاپ ہیں یہ
کیوں اس کی شان گھٹانے پہ ہیں تلے ناری
نصیریوں کے خداوند کے بھی باپ ہیں یہ

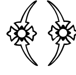
امیرؑ کائنات علیہ الصلوات والسلام



اپنے دشمن پہ کرم کر کے بتایا سب کو
ان کا اندازِ عنایات بھی آفاقی ہے
خود تو فاقوں سے رہے مثل خدا سب کو دیا
یہ کریمی نہیں اس ذات کی رزاقی ہے



مت قدسیوں سے پوچھ مزاجِ قدیر کو
مت معرفت میں بھیج خرد کے سفیر کو
خواہش ہو جب زیارتِ ربِ جلیل کی
احمق ذرا نہ ڈر تو صدا دے امیرؑ کو

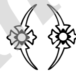


جس کو سجدہ کریں ملکوت وہ آدم ہو گا

کعبے کو سجدۂ آدم کا ہدف کہتے ہیں

اور جسے کعبہ کرے سجدے عبادت کی طرح

ایسے خطے کو سرِ عرش نجف کہتے ہیں

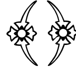


پردے میں جو چھپ چھپ کے تو مصروفِ بیاں ہے

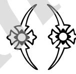
جو بات بھی کر لیتا ہے تو کیسا خدا ہے

ہے کون پسِ پردہ میں کیوں پوچھنے بیٹھوں

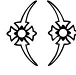
یہ پردۂ حق خود میری بیٹی کی ردا ہے



اے بولنے والے پسِ پردہ تو بھی کیا ہے
کعبہ ہے تیرا گھر یہ تو دنیا کو خبر ہے
اب عرش پہ بھی تو نے جما رکھے ہیں ڈیرے
کیا عرش بھی کعبے کی طرح سے تیرا گھر ہے



سن کے بھائی کا لب و لہجہ کہا سرورؐ نے
کیا سمجھتا تھا تجھے آج ہو کیا بن بیٹھے
کیا نصیری کی خدائی تجھے ناکافی تھی
عرش پر آج ہو خود میرے خدا بن بیٹھے

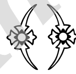


یہ ہاتھ یہ انگوٹھی یہ اندازِ تکلم

کیا خوب ہے کیا خوب کہا خوب ہے واللہ

آتے ہوئے میں تیرا تھا محبوب مگر اب

تو ہی میرا محبوب ہے محبوب ہے واللہ

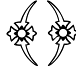


حق ہے علیؑ کے ساتھ علیؑ حق کے ساتھ ہیں

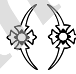
اور حق کے دائرے ہی میں داخل نماز ہے

جس شخص کی نماز میں شامل نہیں علیؑ

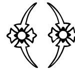
کیونکہ علیؑ نہیں ہیں تو باطل نماز ہے



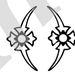
مجھ کو سکھا ''نصیرؔ'' تقیوں کا توڑنا
ظلمت پرست لوگوں میں کیا کہہ گیا ہے تو
کرتا ہوں نت سلام تیرے حوصلے کو میں
منہ پر میرے علیؑ کو خدا کہہ گیا ہے تو



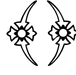
کریم قدس کی عظمت کی سرحدیں چن کر
وہ لا حدود کی تعیین اس طرح نہ کرے
کوئی نصیری سے کہہ دے کہ یوں خدا کہہ کر
میرے کریمؑ کی توہین اس طرح نہ کرے



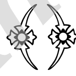
تیرے اسرار بیاں کرنا بڑا مشکل تھا
دھندلے الفاظ سے کہرے پہ عبارت لکھی
جعفرؔ اس پست مقامی کا ہے احساس مجھے
عرش پر بیٹھ کے ہر تیری فضیلت لکھی



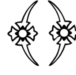
قرآن بھی خموش ہے سنت بھی ہے خموش
یہ رازِ معرفت ہے بتا کہہ گیا ہے کون
خالق کو تھا یہ شوق کہ کہلاؤں میں علیؑ
حیران ہوں علیؑ کو خدا کہہ گیا ہے کون



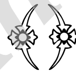
گھر ایک ہے شان ایک ہے اور اسمِ ولی ایک
ہاتھ ایک ہے فعل ایک ہے انداز سبھی ایک
حیدرؑ کو خدا کہتے ہوئے ڈرتا ہوں لیکن
سچ پوچھو تو لگتے ہیں خدا اور علیؑ ایک



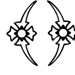
تو کھینچتا ہے معرفتِ ذاتِ جلی میں
کیا عقل سمجھ سکتی ہے اوصافِ جلی کو
اے ملا مجھے فرصتِ اوہام نہیں ہے
خالق تو کجا میں تو نہیں سمجھا علیؑ کو



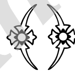
علیؑ کی ذات سے ہے دل سے جس کو پیار ہوا
اسی بشر کا محافظ ہے کردگار ہوا
جھکا جو غیر کے در پر جہاں میں اے جعفرؔ
اسی ذلیل کا ہے خاتمہ خوار ہوا



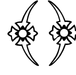
علیؑ کی ذات کی الفت ہے گر تیرے دل میں
ہے بیڑا پار تیرا سن لے مرتضیٰؑ کی قسم
اگر نہیں ہے محبت امیرؑ کی جعفرؔ
ہے تیرے واسطے دوزخ بنی خدا کی قسم



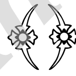
علیؑ کے پیار سے جو فیض یاب ہوتا ہے
وہ خوش نصیب ہے عزت مآب ہوتا ہے
عدو امیرؑ کا ہو گر تو اس پہ اے جعفرؑ
جو بے شمار کرو تو ثواب ہوتا ہے



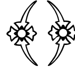
بعد سرورؐ کے ہے یہ ملکِ زمینی کس کا حق
جاری کرنا ہے یہاں احکامِ دینی کس کا حق
جب علیؑ من نورِ واحد کر گئے سرورؐ بیاں
تو ہی کہہ دے ہے نبی کی جانشینی کس کا حق



پوچھا کسی نے نارِ جہنم سے تو بتا
کس کیلئے تو خلق ہوئی کیا ہے ماجرا
بولی کہ میرا فرض ہے جعفرؑ یہ مان لے
ان کو جلاؤں جو کہ ہیں اعدائے مرتضیٰؑ



جب تھے ہم سے تو بتا ان کو نبی کیوں مانیں
ہم سے اچھے تھے تو ہم ان کو گرائیں کیونکر
تیرا معیارِ نبوت ہے اگر یہ ملّو
تجھ کو لعنت کے یہ جوتے نہ لگائیں کیونکر

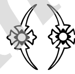


یہ لا مکان ہے میں نے مکاں میں بھیجا ہے

خدائی کرنے کو اہل جہاں میں بھیجا ہے

عدو جو ان کا ہو سن لو وہ ہے عدو میرا

یہی تو لکھ کے جہاں کو قراں میں بھیجا ہے

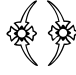


شمسِ ایمان دلوں میں جو ابھر آتا ہے

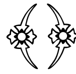
حبِ دنیا کو وہ اک آن میں ٹھکراتا ہے

حبِ حیدرؑ ہی ہے ایمان تو دل ہے کعبہ

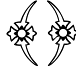
حبِ حیدرؑ ہی سے ہر کعبہ سنور جاتا ہے



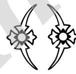
زندگی زیرِ اثر ہے اس نظامِ شمس کے
اور نظامِ شمس پر قادر تمہاری انگلیاں
شمس مغرب سے ابھر آنا نہیں ہے معجزہ
مرکزیت شمس کو حاصل ہے تسلیم جہاں
علم ھیئت کی قسم در اصل یہ ہے معجزہ
ہٹ گیا مرکز نہ ٹوٹی محفلِ سیارگاں



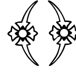
ہم خدا کہتے نہیں اور نہ بشر کہتے ہیں ہم
یعنی ان دو فیصلوں کے درمیاں رہتے ہیں ہم
یہ مَثل خالق کے ہیں اور مِثل ہیں مخلوق کی
اعتقادی بحر کے منجدھار میں بہتے ہیں ہم



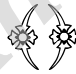
جس نے دینِ حق کی کشتی کو سنبھالا وہ علیؑ
جس نے کعبے سے بتوں کو خود نکالا وہ علیؑ
کیوں وہ محرومِ خلافت ہو گیا سوچو ذرا
جس کو خالق نے کہا عالم سے اعلیٰ وہ علیؑ



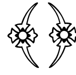
جب فرازِ عرش پر والد گئے حسنینؑ کے
بڑھ گئے رتبے مقامِ قاب اور قوسین کے
دیکھ کر شانِ الٰہی مظہرِ توحید کی
عرشِ اعظم نے بھی خود بوسے لئے نعلین کے



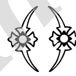
پایا ہے اوجِ عرش محمدؐ کے پاؤں میں
آوازِ مرتضیٰؑ ملی حق کی نداؤں میں
اے دیں زہے نصیب کہ پل کر جواں ہوا
تو سیدہؑ کی چادرِ عصمت کی چھاؤں میں



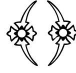
کسی نے پوچھا علیؑ سے سلونی کہتے ہو
خدا کو دیکھا ہے کہ دید میں جو آتا نہیں
کہا خدا کی قسم ایک سجدہ کرنے پر
خدا کو دیکھ نہ لوں میں تو سر اٹھاتا نہیں



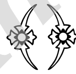
شاہدِ اعمالِ عالم ہیں نبی و بوتراب
حاضر و ناظر کے منکر کا ہے یاں خانہ خراب
شَاهِدٌ بَينِی وَ بَينَك کس کو خالق نے کہا
کس کے حق میں آیا ہے مَن عِندَهٗ عِلمُ الكِتَاب



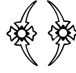
نورِ ایمان ہے جب دل میں اتر آتا ہے
اوجِ عرفان کو انسان تبھی پاتا ہے
حبِ حیدرؑ ہی ہے ایمان تو دل ہے کعبہ
ورنہ اس کعبہ کا شیرازہ بکھر جاتا ہے



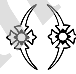
علیؑ سے بغض جو رکھتا ہے اس کو یوں سمجھو
وہ راہِ کفر کا چلتا ہوا مسافر ہے
علیؑ کا پیار ہی ایماں کی شرط ہے جعفرؔ
علیؑ کے حق کو نہ مانے تو بندہ کافر ہے



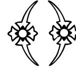
بوترابی سے علیؑ دنیا کا خود والد ہے
پھر بھی اولاد پہ اک شرط لگا کرتی ہے
جو کہ والد ہی کی تنقیص کو جائز سمجھے
وہی اولاد سدا عاق ہوا کرتی ہے



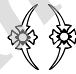
چالیس مقامات پہ اک وقت تھے حیدرؑ
سب کہتے تھے مہماں تھا یہ سلطاںؑ ہمارا
خالق کی ندا آئی کہ جبریلِ امیں جا
کہہ دے کہ علیؑ آج تھا مہمان ہمارا



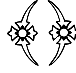
کس نے رکھا دوشِ نبوی پر قدم تاریخ دیکھ
بھائی کہتے تھے کسے شاہِ امم تاریخ دیکھ
ختم کس نے کر دیا فرضی خداؤں کا وجود
کس نے ساری عمر پوجے ہیں صنم تاریخ دیکھ



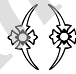
کیا ہے حق یہ کر دیا ہے فیصلہ تاریخ نے
اور باطل کا کیا ہے رو سیاہ تاریخ نے
جب خلافت کا ہوا جھگڑا سقیفہ میں تو تب
کنت مولاؐ کی کڑک کر دی صدا تاریخ نے



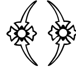
کون منبر کا صحیح حقدار ہے تاریخ پڑھ
دین میں کس کا حسیں کردار ہے تاریخ پڑھ
کون بھاگا ہے علم کو چھوڑ کر میدان میں
کون فتح کا علمبردار ہے تاریخ پڑھ



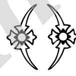
زبانی کہنے سے دنیا میں کچھ نہیں ملتا
ہمیشہ دل کی صدا پر ضمیر ڈھلتے ہیں
ہوں لاکھ خول صداقت کے جھوٹے چہروں پر
نَخٍ نَخٍ کی صداؤں کے پھول کھلتے ہیں



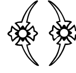
رجب کا تیرہ عدد مظہر ولی سمجھا
اسی سے رعب کے پہلو کئی نکھرتے ہیں
کچھ اس طرح سے لگیں سر پہ کفر کے ضربیں
مسیحی آج بھی تیرہ عدد سے ڈرتے ہیں



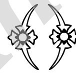
مزاجِ کعبہ رہا سوگوار اک عرصہ
مکاں میں جس کا ہوں میرا وہ کبریا آئے
الٰہی میں صدفِ بے گہر رہوں کب تک
میرا نہیں تو نصیری ہی کا خدا آئے



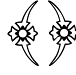
بشر کی دید کی اس اختتامیہ حد پر
حقیقتاً وہ تھا اک وہم پر سما سمجھے
اسی طرح سے خرد کے حدود آخر پر
حقیقتاً وہ علیؑ تھا جسے خدا سمجھے



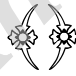
تقسیم نبیوں پہ ہیں اوصافِ الٰہی
اک صفت کا مظہر ہے وہ جس نیک کو دیکھو
حیدرؑ کی طرف دیکھ کے فرماتے تھے سرورؐ
اک اک کو بھی کیا دیکھنا اس ایک کو دیکھو



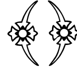
خدا کی رحمت کو دیکھنا ہے
تو رحمت مصطفیٰؐ کو دیکھو
جو دیکھنا ہو خدا کی ہیبت
جلال میں مرتضیٰؑ کو دیکھو



حرم میں جا کے نگاہِ خیال جب ڈالی
حرم تو عام تھا اور اک تھا بیت چادر میں
یہ چادر اوڑھ کے بیت خدا زمانے کو
بتا رہا ہے کہ تھے اہلؑ بیت چادر میں



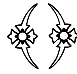
قرآں میں ہے ظالم کا ولی کوئی نہیں ہے
ظالم کی یہ پہچان ہے جس کا نہ ولی ہو
جعفرؑ وہ علیؑ مولا کو مانیں گے ولی کیوں
ظالم ہیں تو پھر ان کا بھلا کیسے علیؑ ہو



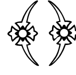
نام لیتا ہوں تیرا اے آقا
اور آتی نہیں نماز مجھے

کوئی کرتا ہے ناز شاہی پر
ہے غلامی پہ تیری ناز مجھے

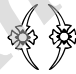
یا علیؑ تو حریم قدرت ہے
دین حق کا بتاؤ راز مجھے



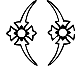
شرطِ ایمان ہے اقرارِ زباں ، دل کا یقیں
دل کی تصدیق تو ہونٹوں سے ادا ہوتی ہے
جس کا عرفان ہی ایمان کی تکمیل کرے
مجھ سے پوچھو تو وہی ذاتِ خدا ہوتی ہے



دیوار شق ہوئی تو کوئی راز اس میں تھا
جذبے تھے وہ جو شوق کے کانٹے میں تل گئے
دیوارِ بیتِ حق کے تیرے احترام میں
شکرِ شرف کا شوق لیے ہونٹ کھل گئے



داخل ہوئیں کعبہ میں یداللہ کی مادرؑ
آواز یہ آئی تمہیں کس بات کا ڈر ہے
چھوڑو جی تکلف ارے اپنوں سے تکلف
یہ آج سے میرا نہیں عمرانؑ کا گھر ہے

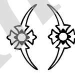


کعبے کو بھی خالق نے جو پردے میں ہے رکھا

اس راز کو سمجھے کوئی توحید کے گھر سے

مقصد ہے شرف مادرِ حیدرؑ جسے بخشیں

وہ بیت بھی محفوظ ہو غیروں کی نظر سے

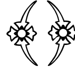


سجدۂ آدم خاکی کی قسم ، اے کعبہ

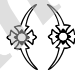
روح آنے ہی سے سجدہ ہے کرایا جاتا

تو بھی کر ناز کہ ہیں روحِ الٰہی حیدرؑ

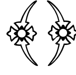
وہ نہ آتے تو نہ مسجود بنایا جاتا



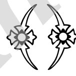
غلافِ کعبہ ہمیشہ سیاہ رہتا ہے
اسی سیاہی سے حاصل شعور ہوتا ہے
سیاہ آنکھ کے تل ہی نے راز کھولے ہیں
سیاہ مقام ہی منزلِ نور ہوتا ہے



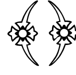
امامِ حق سے فرائض قضا نہیں ہوتے
یہ دیکھنے کو سرِ ذاتِ بوتراب آیا
قضا نماز کو پڑھتے ہیں کس طرح حیدرؑ
یہ دیکھنے کو پلٹ کر پھر آفتاب آیا



آدم کہیں ملکوت کے سجدوں سے نہ بگڑے
محجوب نہ ہو سجدۂ جبریل امیں سے
حیدرؑ کے زچہ خانے کی سمت اس کو جھکا کر
لعنت کو کیا دور اس آدم کی جبیں سے



بِرَبِّکُم تو کہا تھا حضور نے آقاؐ
میں رستگار ہوا تھا وہاں بلٰی کہہ کر
وہاں تو مان کے آیا ہوں کیوں مکر جاؤں
کیا ہے کون سا جرم اب تمہیں خدا کہہ کر

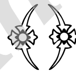


ارواح نے صرف ایک صدا پر میرے آقاؐ

تو رب ہے ہمارا ، یہی اقرار کیا ہے

میثاق جو باندھا تھا میری روح نے تجھ سے

میں نے تو فقط اس کا اب اظہار کیا ہے

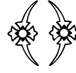


چھپ چھپ کے نمازوں میں تو لیتا ہے جو اقرار

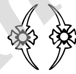
اور ہم بھی ہر اک عہد وفا کرتے رہیں گے

خالق کی قسم اس کی عبادت کے بہانے

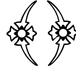
سجدوں پہ تیرے سجدے ادا کرتے رہیں گے



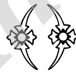
تمہارے بیت کا سجدہ ہے فرض عالم پر
عبادتوں کو تیرے پیار میں بھگوتے ہیں
کسی کو علم نہیں اور کوئی سمجھتا ہے
خدا کے سجدے جو ہوتے ہیں تجھ کو ہوتے ہیں



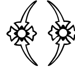
یہ جسم و روح و عقائد یہ کائنات آقاؐ
کہ کوئی شے تیرے معیار پر نہیں میری
تمہاری ذات کے قابل کہاں میرے سجدے
تیرے سجود کے قابل کہاں جبیں میری



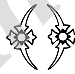
ہر ایک چیز تیری ذات کی ہے شیدائی
تیرے خیال میں ہر فکر جھوم لیتی ہے
نظر نگہ کی لکیروں کی چن کے محرابیں
تمہارے گنبدِ خضرا کو چوم لیتی ہے



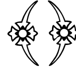
زباں کی حرکت میں جملہ عقدہ کشائیوں کے صحیفے مضمر
رموزِ ہستی نفیس ہونٹوں کی ایک جنبش سے کھل کے برسیں
علیؑ کا شانِ ورُود کیا ہے جہاں میں آنے کا راز یہ ہے
خدا کے بندے تو زندگی بھر خدا کے دیدار کو نہ ترسیں



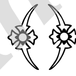
علیؑ کے پیکر میں ذاتِ حق کے صفات سمٹے ہیں ذات بن کر
علیؑ کے جملہ صفاتِ حسنہ کو عین حیدرؑ کی ذات سمجھو
کہ روحیت مادیت یا وحدت کے فلسفے اس کے زیر پا ہیں
یہ اجتماعِ صفات کہتا ہے روحِ کل کے صفات سمجھو



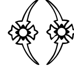
مزاجِ سرورؐ نے ذاتِ ھُوَ سے درس و آئین ہست مانگا
خدا نے قرآں کی عملی تفسیر کر کے نورِ ولی کو بھیجا
یقین و شک علم اور جہالت کی کچھ ہو تعین و حد براری
خدا نے اپنی طرف سے مقیاسِ نور ذاتِ علیؑ کو بھیجا



یہ جشن میلاد کیوں بپا ہے اتر رہے ہیں یہ کیوں فرشتے
یہ کس کی آمد سے آج جاگا ہوا ہے کونین کا مقدر
خدائے واحد ہے صدر محفل پنڈال میں سرنگوں نبی ہیں
سٹیج پر موجِ بانکپن سے ہیں نعت خواں کس کے آج سرورؐ



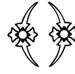
یہ ایسی خیر تھے جو خیر و شر کی خیر رہے
زبانِ خیر تو کہتی ہے ان کو مولا علیؑ
عجیب بات ہے جعفرؔ کہ مشکلوں میں انہیں
زبانِ شر کی دہائی رہی ہے لولا علیؑ



یہ تو دستور ہے شوقِ اکرام میں
ایک جاہل نے خود کو ولی کہہ دیا
دیکھی خالق کی عظمت جو فرعون نے
خود کو لالچ میں ربِ جلی کہہ دیا

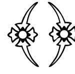
عظمتوں کی تمنا میں لاکھوں بشر
تھے خدائی کے دعوے بھی کرتے رہے
مجھ کو حیرت ہے شانِ علیؑ دیکھ کر
کیوں ہے خالق نے خود کو علیؑ کہہ دیا

مولا امام حسنؑ علیہ الصلوات والسلام



تھا حسنِ کل جو حاملِ دوشِ پیمبرؐ وہ حسنؑ
توحید کے اوصافِ حسنہ کا جو مظہر وہ حسنؑ
افسوس جام زہر سے اس کو نوازا خلق نے
زیرِ کفن زخمی ہوا تھا جس کا پیکر وہ حسنؑ

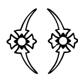
شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوات والسلام



دم توڑتے گئے سبھی اسبابِ زندگی
موتِ بشر کی حد میں بھی زندہ رہا حسینؑ

خالق کی زندگی پہ تو مت سوچ معترض
یہ سوچ کس طرح سے تھا زندہ میرا حسینؑ

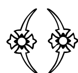
کشت فنا میں بو دیئے یوں زندگی کے بیج
خالق کی مثل زندہ ہے مانا گیا حسینؑ



جس جا پہ قدسیوں کا نہ فہمِ رسا گیا
سرتاج انبیا کے وہاں نقشِ پا گئے
اے خاکِ کربلا تیری عظمت کے میں نثار
تجھ پر تو پا برہنہ حبیبؐ خدا گئے



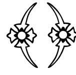
حسینؐ زندگی ہے کائنات زندہ ہے
یہی حیات ہے صوم و صلواۃ زندہ ہے
ہے نوکِ نیزہ پہ ثابت کیا یہ عالم پر
کہ میں ثبوت ہوں اللہ کی ذات زندہ ہے



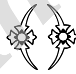
جب آئے زیارت پہ شہنشاہِؐ مدینہ
لوٹ آئیں سرِ کرب و بلا لاکھوں بہاریں
دی عرش سے خالق نے صدا اے میرے محبوب
یہ عرش نہیں ہے ، ذرا نعلین اتاریں



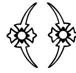
جب عرش کے پردے کے مقابل میں گیا تھا
اس جا پہ تو بھائی سے میری بات ہوئی ہے
شبیرؑ کی آیا ہوں جو میں کرنے زیارت
اس جا میری خالق سے ملاقات ہوئی ہے



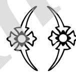
پشت رسولؐ پر ہوئے شبیرؑ جلوہ گر
سکتی ہوئی نماز کی ناز و نیاز میں
آئی ندا یہ غیب سے دیکھ اپنا مرتبہ
جا اے نماز ہو نہ مخل اس نماز میں



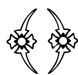
سجدے میں ہیں حضوؐر تو ہسوار ہیں حسینؑ
اس شان پر تو ذاتِ خدا جھومنے لگی
یہ کھیلنے کا رنگ بھی ایسا حسین تھا
بڑھ کر نماز ننھے قدم چومنے لگی



ہے بچپنے کا رنگ پہ اظہارِ ذات ہے
تفریق ہو گئی ہے فروع و اصول کی
جعفرؑ تو معرفت کی نظر سے ذرا تو دیکھ
شبیرؑ کا ہے کھیل عبادت رسولؐ کی



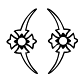
ہو جس کی ذات جہاں داخلِ نمازِ رسولؐ
تو اس کی ذات ہی شانِ نماز ہوتی ہے
تو اس کے ذکر کو کیوں مبطلِ نماز کہے؟
کہ جن کی یاد ہی جانِ نماز ہوتی ہے



لوگ کہتے ہیں کہ شبیرؑ نے مہلت مانگی
ذہن میں چھوٹا سا نقطہ ہے سماتا ہی نہیں
ایک شب کی انہیں شبیرؑ نے مہلت دی تھی
دینا آتا ہے انہیں مانگنا آتا ہی نہیں



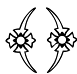
بیعت ملعون میں ہر ابن دنیا کھو گیا
بخت بیدار عوالم دشتِ غم میں سو گیا
بیعت ملعون کے انکار سے مولا کا سر
کٹ کے تیغ ظلم سے کچھ اور اونچا ہو گیا



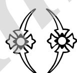
مٹ گئے تربتِ اقدس کو مٹانے والے
چل بسے قبر پہ ہل بیل چلانے والے
مسلکِ توحید رہی باقی سدا شانِ حسینؑ
اب تو شبیرؑ کو مانو اے زمانے والے



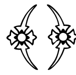
خالق یہ محبت کی ادا دیکھ رہا ہے
قرآن پہ قرآن رکھا دیکھ رہا ہے
شبیرؑ کی معصوم نگاہوں میں وہ چھپ کر
محبوب کو خود اونٹ بنا دیکھ رہا ہے



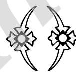
یہ سلسلہءِ نور تو نورانی شجر ہے
منظر یہ ذرا دیکھو حقیقت کی نظر سے
یہ شاخِ نبوت وہ امامت کا ثمر ہے
سجتی ہے اگر شاخ تو خود اپنے ثمر سے



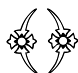
پوچھو یہ ذرا عقل سے اے اہل زمانہ
بچوں کیلئے کوئی بھلا اونٹ بنا ہے
بن بن کے سواری یہ بتاتے رہے سرورؐ
شبیرؑ کے ہر حکم میں خالق کی رضا ہے



تھی بے نیاز روحِ رکوع و سجود سے
اونچے کھڑے تھے بانگِ بشر کی حدود سے
کچھ اس طرح تھا لمحۂ آخر حسینؑ کا
روٹھا ہوا تھا جامۂ بشری وجود سے



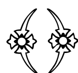
حسینؑ مِنّی کا مطلب تجھے بتاتا ہوں
نبیؐ کا رشتہ بھی کیا نورِ مشرقین سے ہے
تھا ساٹھ تک تو وجودِ حسینؑ نانا سے
اور اس کے بعد وجودِ نبی حسینؑ سے ہے



پالانوں کے منبر پہ چڑھائیں جسے سرورؐ
اس ذات کو اللہ کی تصویر کہیں گے
کاندھے پہ اٹھا کر جو زمانے کو دکھا دیں
اس عظمتِ توحید کو شبیرؑ کہیں گے



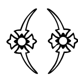
سب جانتے ہیں مہر نبوت کا مرتبہ
مہر نبی پہ صرف لکھے تھے شہادتین
زیرِ قدم تھی مہر نبوت حسینؑ کے
گویا شہادتین کی زینت ہے یہ حسینؑ



والیل کی زلفوں کو ہلاتے ہیں جو شبیرؑ
اللہ کو زلفوں پہ بھی پیار آنے لگا ہے
ملکوت ہیں حیراں کہ جو کچھ بھی نہیں کھاتا
محبوبؐ کی زلفوں کی قسم کھانے لگا ہے



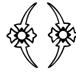
شوقِ گریہ نے یہ بخشی ہے تمنا دل کو
ایک اک اشک کو میں یوں نہ ترستا رہتا
کاش میں ہوتا گھٹا کھول کے کالی زلفیں
دشتِ کربل میں شب و روز برستا رہتا



فرمایا یہ سعیدِ ازل سے حسینؑ نے
خالق نمازیوں میں ہی تجھ کو کرے شمار
بعد اس کے پھر نماز نہیں پڑھ سکے سعید
تھی نصرتِ امامؑ نمازوں کی کردگار



ترکِ صلوٰۃ میں بھی رہی روحِ بندگی
قدسی تھے دنگ دیکھ کے حسن جدید کو
کرتے رہے نمازِ مؤدت ادا سعید
پڑھتی رہی نماز بھی جھک کر سعید کو



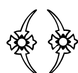
کرب و بلا میں سحری کا بخشا تھا اہتمام

مجھ پہ کرم بھی اب میری سرکار چاہیے

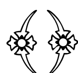
دشمن کا خون میری غذا ہے میرے کریمؐ

اس روزہ دار کو ذرا افطار چاہیے

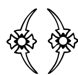
جنابِ کردگارِ وفا علیہ الصلوات والسلام



میری مستی کا تقاضہ ہے کہ سرمست رہوں
میں ہوں وہ رند جو ہے خوف و رجا کا منکر
آؤ عباسؑ کے پرچم کا کریں اک سجدہ
لوگ کہتے ہیں کہ جعفرؑ ہے خدا کا منکر



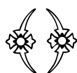
یوں ابوالفضلؑ کی عظمت کے نشاں باقی ہیں
عالمِ قدس میں جب خاکِ شفا جاتی ہے
آبِ مشکیزہ سے یوں مل کے بہا ان کا لہو
اب بھی اس خاک سے خوشبوئے وفا آتی ہے



غیور اس قدر کہ نہ پانی پہ کی نظر
قائم رہے پہ اپنی ہر اک بات بات پر
گھوڑے کی زین چھوڑ دی آقا کے حکم پر
قبضہ بحال رکھا ابد تک فرات پر



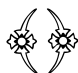
ملکِ وفا کے ہیں یہ خداوندِ لم یزل
سادانیوں کے دل کی ازل سے جو آس ہیں
ہر اک شریف زادی کے سر کی ردا ہیں جو
وہ کون ہیں؟ فقط میرے مولا عباسؑ ہیں



عظمت توحید میں پابند تھے وہ اس طرح
اپنی قدرت کی جھلک ہرگز دکھا سکتے نہ تھے
خلق سے لڑنا خدا کی ذات کے شایاں نہ تھا
اس لئے عباسؑ تیغ اپنی اٹھا سکتے نہ تھے



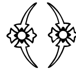
کچھ اس طرح سے غلامی کو تو نے پیش کیا
نہ پہنچا اوج کوئی اس کی نیک نامی کو
خدا خود اپنی خدائی جو مجھ کو پیش کرے
میں اس کو چھوڑ کے پا لوں تیری غلامی کو



وفا اک ایسی صفت ہے نصیب ہو جس کو
اسے نگاہِ دو عالم میں سرفراز کرے
زمانہ اپنی وفاؤں پہ فخر کرتا ہے
عباسؑ وہ ہیں وفا جن پہ آپ ناز کرے

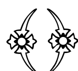


ہے مشترک جو یہ عینِ عباسؑ و عینِ علیؑ
علیؑ کی عین تو لوح و قلم کو تھامے ہے
علم کی عین کو دیکھو تو ایسا لگتا ہے
یدِ عباسؑ ہمیشہ علم کو تھامے ہے



غازیؑ کی وفا آج بھی باقی ہے جہاں میں
اس طرح نہیں بھائی کوئی کون و مکاں میں
یہ ربِ وفا اور ہے وفا انہی کی ہے مربوب
بھائی کا نہ لفظ آیا کبھی شہؑ سے بیاں میں

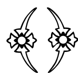
شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوات والسلام



ایسے ہمشکل پیمبرؐ کا خیال آتا ہے
جس طرح وقت سحر یادِ خدا آتی ہے

جھوم کر آئی تھی اکبرؑ پہ جوانی ایسے
جیسے کہسار پہ ساون کی گھٹا آتی ہے

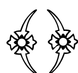
جناب عون و محمد علیہما الصلوات والسلام



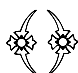
دیکھ کر عونؑ و محمدؑ کو خیال آتا ہے
ایک ہی شاخ پہ دو پھول کھلے ہوں جیسے

اس طرح لاشیں بغل گیر پڑی تھیں ان کی
بعد مدت کے یہ دو بھائی ملے ہوں جیسے

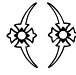
جناب بلال علیہ السلام



کی جس نے دل سے نوکری احمدؐ کی آلؑ کی
نظر کرم اسی پہ ہوئی ذوالجلال کی
روکا اذاں سے جب کہ غلامِ امیرؑ کو
خالق کو پوچھنا پڑی مرضی بلال کی



سحر کے چاہنے والے سحر نہیں ہو گی
دعا کسی کی مؤثر مگر نہیں ہو گی
یہ رات رات رہے گی مجھے ہے اپنی قسم
میرے بلال کی آذاں اگر نہیں ہو گی



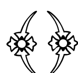
چڑھتا ہے دن تو سرخیِٔ شرم و حیا کے ساتھ

پھر لوٹنا پڑے نہ کسی کے خیال سے

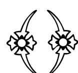
رکنا پڑے نہ حشر کی امید پر مجھے

ڈرتی ہے رات آج بھی صوتِ بلال سے

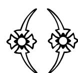
ماتم وعزا



ساری دنیا نے مسرت کے فسانے مانگے
اپنے لمحاتِ مسرت کے زمانے مانگے
جعفرؔ ہم رندِ زبوں حال بھی کیا پاگل ہیں
عمر بھر اشک بہانے کے بہانے مانگے



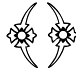
ماتم میں میں نے اپنی ہی زنجیر سے کہا
ہر رگ میں ہے سمائی محبت حسینؑ کی
جب رفعِ شک کے واسطے چیرا میرا بدن
نکلی اچھل کے گرم محبت حسینؑ کی



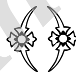
ماتم میں جو ہوتی ہے سدا خون کی بارش
اس خون میں بھی خونِ وفادار کی بو ہے
جعفرؑ کبھی اسلام پہ موت آ نہیں سکتی
اسلام کی شہ رگ میں شہیدوں کا لہو ہے



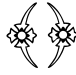
ہر سال خود کہتا ہے یہ ماہِ عزا اے مومنو
اسلام کے گلزار کو اب چاہیے تازہ لہو
لاکھوں غلامانِ حسینؑ اپنے لہو میں ڈوب کر
اسلام کو ہر سال کر دیتے ہیں پھر سے سرخرو



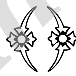
جب پشت ماتمدار سے بہتا ہے خوں زنجیر سے
کھلتا ہے جب زخم دو دم آتی ہے ماضی سے صدا
اس زخم کی سرخی میں یادِ حضرت سجادؑ ہے
جیسا کہ ان کی چشم سے ہے آج بھی خون بہہ رہا



گلیوں میں یا حسینؑ کی جس دم ہوئی صدا
آوازیں بھی حدیدی ہتھوڑوں میں ڈھل گئیں
ماتم میں ہاتھ چھاتی پہ اس زور سے پڑا
روحِ یزیدیات کی چیخیں نکل گئیں

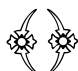


ماتم میں یا حسینؑ کی جسدم ہوئی صدا
تڑپا لہو بدن میں عبادت کے واسطے
شاید میرے حسینؑ ہیں آئے ، یہ سوچ کر
نکلا لہو بدن سے زیارت کے واسطے

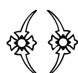


جس طرح اپنے پجاری قتل ہوتے دیکھ کر
بت بنے تکتے رہے پتھر کے نامیدہ خدا
منزلِ شامِ غریباں دیکھ کر دل نے کہا
کیا ہے پتھر کا ہمارا بھی یہ نادیدہ خدا

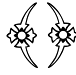
مصائب



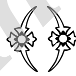
دیا مزارِ وفا کا ہمدم جلا رہے ہو بجھا رہے گا
نشانِ قبرِ وفا کو جعفرؑ بنا رہے ہو مٹا رہے گا
جہاں کی اس کج روی سے عالم تمام اب تو ہوا ہے حیراں
چراغِ حق کو بجھانے والے بجھا رہے ہیں جلا رہے گا



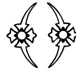
اس پاک گھر کو کس قدر اسلام کا احساس ہے
پیرو جواں کو ہر گھڑی دین خدا کا پاس ہے
یہ بولے اصغرؑ تیر کھا کر دو نہ طعنہ ظالمو
لو دیکھ لو اس گھر کا ہر بچہ بڑا حساس ہے



دیکھا ہجوم ، جذبۂ غیرت کے جوش سے
آنسو لہو کے عابدؑ بیمار رو دیا
ظلم و ستم نے اپنی حدیں جب پھلانگ لیں
بی بی کی چیپ پہ چیختا بازار رو دیا

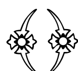


دین خدا کو نوچتے پھرتے تھے اموی بھیڑیئے
اس کی حفاظت کیلیئے بھائی نے اپنا سر دیا
رشتوں کی اس تقدیس پر احسان ہے اس بہن کا
بہنوں کو بہنیں کر دیا ، بھائی کو بھائی کر دیا

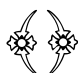


اپنی ردا لٹا کے ہر اک پردہ دار کے
سر کو ردائیں بنتِ علیؑ کی عطا ہے یہ
اب بھی حلال زادے دعائیں اسی کو دیں
رشتوں کا احترام بھی اس کی سخا ہے یہ

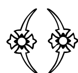
سائل وسوال



ہم وہ سائل ہیں جنہیں کوئی تمنا ہی نہیں
بے طلب رہتے ہیں اک طلب کو پانے کیلئے
تو نے جو دنیا میں ہر حال ہمیں دینا ہے
ہم تو ہیں مانگتے بس ربط بڑھانے کیلئے



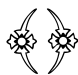
بے طلب دیتا ہے ہر چیز وہ منّانِ ازل
مانگتے ہیں تو فقط اس کی رضا کی خاطر
در پہ سائل ہوں کھڑے اس میں بھی اک عزت ہے
ہم سوالی ہیں بنے شانِ خدا کی خاطر



تیری بخشش کبھی محتاجِ طلب تھی ہی نہیں
ہم ہیں طالب تو تیری بزم سجانے کیلئے
تو نے خود مانگنے کا حکم دیا ہے اس پر
ہم گداگر ہیں تیری شان بڑھانے کیلئے



کبھی کبھی تو دلوں کے غریب خانوں میں
کسی کی لمس کی ہوتی ہے بے صدا دستک
میں وہ فقیر ہوں خوداریوں کی دنیا کا
جو عمر بھر نہ کسی در پہ دے سکا دستک



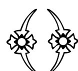
ان کے در پر بھی صدا دینے کی جرأت نہ ہوئی

دستِ امید سے دستک ہی دیا کرتا ہوں

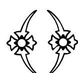
میں ہوں سائل پہ نہیں حوصلہ سائل جیسا

وہ بھی کہتا ہے کہ بن مانگے عطا کرتا ہوں

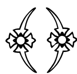
﴿عرفانیات﴾



انا اک دام ہے اس سے نکل کر دیکھ اے جعفرؔ
اگر ذرہ انا سے جھانک کر دیکھے تو صحرا ہے
حبابِ قعرِ دریا ہے ذرا بندِ قبا وا کر
تو اوہامِ خودی کو چھوڑ دے تو ایک دریا ہے

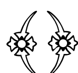


تو اک قطرہ ہے دریا میں فنا ہو کر بقا پا جا
گم اپنی اصل میں ہو گر بقا مقصود ہے ہمدم
انانیت فنا کر کے تو کھو جا نورِ وحدت میں
تو ہی ساجد تو ہی سجدہ تو ہی مسجود ہے ہمدم

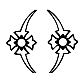


عالمِ اکبر ہے تجھ میں ہے اُم الکتاب
تو ہی مسجود اور سجدہ تو ہے اک رحمان بھی
تو ہی ساجد تو ہی منکر حکم سجدہ تو ہی تو
تو ہی آدم تو ہی قدسی تو ہی اک شیطان بھی

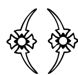
بے ثباتی



پہلے بچپن تھا ، پھر جوانی تھی
پھر ضعیفی نے آن کر گھیرا
اس سے ظاہر ہے اس زمانے پر
تین دن آدمی کا ہے ڈیرا



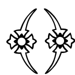
رشتے ناطے تو کھلی آنکھ سے وابستہ ہیں
ورنہ ہر فرد یہاں خانہ بدر ہوتا ہے
اپنے پاؤں میں ہو سکت نہ اگر چلنے کی
اپنے احباب کے کاندھوں پہ سفر ہوتا ہے



بہار پودے پہ رہنا علیحدہ بات ہے یہ
کلی جو شاخ سے ٹوٹی وہ پھر نہیں کھلتی
ہزاروں پھولوں کا کھلنا تو زیرِ بحث نہیں
پر اس کلی کو تو پھر زندگی نہیں ملتی



گرانی اتنی ہے بازارِ زندگانی میں
دُرانِ اشک لٹا دو ہنسی نہیں ملتی
ہے ایسا قحطِ مسرت کہ اب زمانے میں
دکھ عمر بھر کے بھی سہہ کر خوشی نہیں ملتی

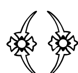


چمن کے ہر گل کے زرد چہرے پہ اب تو واضح خزاں کا ڈر ہے
عجیب عالم ہے بیکسی کا زمیں کا ڈر آسماں کا ڈر ہے
چلو جو جعفرؔ جہاں سے اپنا نشانِ تربت مٹا کے جانا
رہے نہ خود پھر نشاں رہے کیوں مٹا دو خود کو کہاں کا ڈر ہے

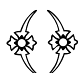


اداس چہرہ بنا کے دیکھیں گے قبر کو اور چل پڑیں گے
کہاں ہے احباب کو یہ فرصت کہ چار آنسو بہا کے جائیں
یہی ہے قدرت کی بے نیازی کہ چاند پر اہل ارض جا کر
چمکتی حسرت دلوں میں لے کر حقیر پتھر اُٹھا کے لائیں

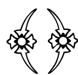
ناقدریِ عالم



گر بر طرف ہو جملۂ اغماضِ شاعری
مائل بہ لطف پھر بھی ہے فیاضِ شاعری
اہلِ سخن کے ذوقِ سخن کو ہے اختلاج
ساغر بہ زہر بیٹھے ہیں نباضِ شاعری



اب مطبخ ہوس میں پکے جا رہے ہیں مغز
سوچوں کے لب پہ سیکس کی اک داستاں ہے اب
صرافِ شعر کب کے زمانے سے جا چکے ہیں
اِن جدتوں کا والا و شیدا کہاں ہے اب

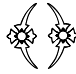


اک کرم فرما کا ہے یہ مشورہ
ذہن کو پہلے بہت بالا کروں
اس کی پھر اونچی اڑانیں بیچ کر
اپنے پاپی پیٹ کو پالا کروں



سب ہی استادِ شعر بیٹھے ہیں
واہ کیسے ادا ہوئی ہو گی
داد پر داد ہے جو یہ جعفرؔ
مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو گی

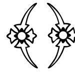
جذبہءِ قلم



جذبہءِ ضبطِ جنوں کے باوجود
بوئے رازِ درد افشانے لگی

میری سانسوں میں تھا ضم سوزِ حیات
بانسری کم ظرف تھی گانے لگی

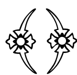
﴾احساسات﴿



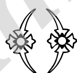
زیست سانسوں کے اس سہارے پر
لڑکھڑاتی ہے یوں سنبھلتی ہے
جیسے معذور سی کوئی لڑکی
اپنی بیساکھیوں پہ چلتی ہے



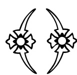
جھونپڑی میں سے تیز بارش میں
ایسے قطرے ٹپکتے رہتے ہیں
جیسے مفلس کے بھوکے بچوں کے
بھیگی پلکوں سے اشک بہتے ہیں



ابر کے بکھرے ہوئے صفحات پر
یوں چمک جاتے ہیں اس بجلی کے خط
جس طرح مصروف تر اک آدمی
فائلوں پہ کھینچتا ہے دستخط



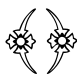
صراحی دیکھ کے ساغر کے خالی دامن کو
کچھ ایسے طنز بھرے قہقہے لگاتی ہے
کہ جیسے اندھے بھکاری کے خالی کاسے پر
کسی امیر کی ترچھی نگاہ جاتی ہے



جب بھی تالاب میں کنکر کوئی پھینکا جائے
مرتعش لہروں کی شکنیں یوں نتھر جاتی ہیں
جیسے غصے میں کسی بوڑھے کے ٹھنڈے رخ پر
جُھرّیاں چہرے کی کچھ اور اُبھر آتی ہیں



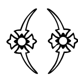
کرمزی بجلی کی بادل میں چمک
یوں مسلسل جل کے بجھتی ہے سدا
اک مکینک اپنے بچوں کیلئے
شب گئے ویلڈنگ ہو جیسے کر رہا



روش پہ چلتے جو ٹہنی کو چھو لے اک انساں
تو پھر وہ شاخِ گلِ سرخ یوں لچکتی ہے
کہ جیسے بچی کے ہاتھوں کو آگ چھو لے تو
جلن سے ننھے سے ہاتھوں کو خود جھٹکتی ہے



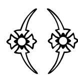
اندھیری شب میں کھلے ہوں جو پھول تاروں کے
تو کہکشاں کی یہ صورت عجیب ہوتی ہے
کہ جیسے کوئی حسیں مہ جبیں سرِ محفل
تمام جسم پہ اجرک لپیٹے سوتی ہے



غم کی بوچھاڑ میں مایوس و شکستہ انساں
اس طرح اپنے عقائد کو صدا دیتا ہے
جیسے بھٹکا ہوا کہسار میں کوئی راہی
ژالہ باری ہو تو راہوں میں پناہ لیتا ہے



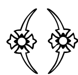
دل کسی غم میں مسلسل جو کبھی جلتا ہے
اشک آنکھوں میں کچھ اس طرح امنڈ آتے ہیں
جیسے جنگل میں لگے آگ تو مجبور پرند
اپنی منقاروں میں چند قطرے اٹھا لاتے ہیں



جب بھی روتا ہے کوئی وقت کا مارا آدم
پی کے وہ اشک پرندے بھی جیا کرتے ہیں
خون روتا ہے اسی طور سے قلب مضطر
خون شریانوں کے یہ سانپ پیا کرتے ہیں



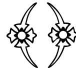
ٹوٹا تارا خلا کی وسعت میں
ایک خط کھینچ کر یوں چلتا ہے
جیسے کمسن یتیم کے رخ پر
اشکِ غم آنکھ سے پھسلتا ہے



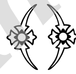
حادثہ جب کوئی گزرتا ہے
یوں اداسی دلوں پہ آتی ہے
جیسے اک تیز کار مفلس پہ
طنزیہ دھول مار جاتی ہے



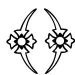
جب ملیں چاند شب میں چلتی ہیں
یوں دھواں سا خلا کو آتا ہے
جیسے مزدور عین سردی میں
سرد آہ کھینچ کھینچ جاتا ہے



جب بھی لگ جاتے ہیں فصلِ گل میں پیڑوں پر انار
ان لچکتی ٹہنیوں پر مجھ کو ہوتا ہے گماں
جس طرح پنگھٹ سے پانی کے بھرے مٹکے لئے
آئیں بستی کی طرف پنہاریوں کے کارواں



جب بھی سیکٹر پہ توپ چلتی ہے
گونج ایسی سنائی دیتی ہے
جیسے اک خانقاہ پر جا کر
ایک بیوہ دہائی دیتی ہے



آندھیوں میں جب بھی خطرے میں ہے آجاتا شجر

زرد پتے ٹوٹتے ہیں جاں گنوانے کیلئے

ڈوبنے کا جس طرح خطرہ ہو تو کشتی کے لوگ

کود جاتے ہیں سمندر میں ، بچانے کیلئے

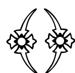


کال بیل کا جو کوئی بٹن دبا دیتا ہے

تو وہ بیل ایسی دہائی کی صدا دیتی ہے

جیسے کمسن کسی بچی کے کسی پھوڑے پر

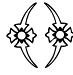
ہاتھ چھو جائے ، تو وہ شور مچا دیتی ہے



محبت وہ قطرۂ نیساں ہے جعفرؔ
ہر اک ظرف میں جس کا اپنا اثر ہے
یہ ہے سانپ کے منہ میں اک زہر قاتل
دہن میں صدف کے یہ اعلیٰ گہر ہے



ایک تنہا سے شجر پر جو ہو ژالہ باری
وہ کچھ اس طرح سے تہبار بھی ہو جاتا ہے
جیسے اک مفلس و خوددار غلط فہمی میں
دستِ زہاد سے سنگسار بھی ہو جاتا ہے

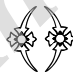


جس کی نسبت سے کرے کوئی کسی کا گر ادب

کبر میں خود اس کو کر لیتے ہیں بے آداب پشت

مسجد و محراب کی عظمت ہے کعبے کے طفیل

پھر بھی کعبے کی طرف رکھتا ہے نت محراب پشت

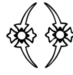


جس نے شوخی دکھائی دنیا میں

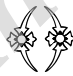
موت پہلے اسی کو لیتی ہے

جیسے گل پہلے جو بھی کھلتا ہے

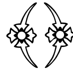
مالن اس گل کو توڑ دیتی ہے



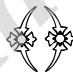
جس طرح بعد مرگِ تربت پر
پھول آ کر چڑھائے جاتے ہیں
اس طرح اپنی ہی جوانی پر
لوگ آنسو بہائے جاتے ہیں



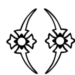
یہ جو آنکھوں کی سفیدی میں ہے اک قرصِ سیاہ
جلوہءِ جاناں کے رنگیں مرحلے کا داغ ہے
شعلہءِ رخسار پر ٹھہریں تو نظریں جل گئیں
آج تک اس چشم ابیض میں جلے کا داغ ہے



گر کے پتہ کسی بھی ٹہنی پر
جیسے پھر اُڑ کے جا نہیں سکتا
مر کے بندہ بھی اس زمانے میں
حشر سے قبل آ نہیں سکتا



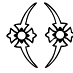
سجاوٹوں میں حسیں مچھلیوں کو جس طرح
حسین شیشے کی جاروں میں قید کرتے ہیں
اسی طرح سے غریبوں کی عزتوں کو امیر
خود اپنی دولتِ ظاہر سے صید کرتے ہیں



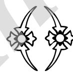
وقت کا یہ طرار تر پنچھی
گر زمانے میں صید ہو جائے
پھر تو ممکن ہے اس زمانے میں
آفتِ موت قید ہو جائے



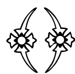
گلوں کو توڑ کے شاخوں سے اہل زر اکثر
بہت بلند سمجھ کر مقام دیتے ہیں
عجیب سوچ ہے گلداں میں قید کرتے ہیں
اور مرگِ گل کو نفاست کا نام دیتے ہیں



امارتوں میں بھی ہے ایک شانِ چنگیزی
گلوں کے قتل سے حجرے سجائے جاتے ہیں
ڈرائنگ روم میں سر آج بھی تو سجتے ہیں
گلوں کے کاٹ کے سر رونقیں بڑھاتے ہیں



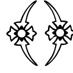
دھیرے دھیرے جو جلتی ہے سیگریٹ
یوں دھواں سا خلا کو جاتا ہے
جیسے اک غمزدہ کے ہونٹوں پر
آہِ سوزاں کا جذب آتا ہے



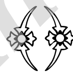
اک اگردان ایسے جیون میں
نت نئی بتیاں جلاتا ہے
جیسے عیاش سا کوئی انساں
نت نئی عصمتیں گنواتا ہے



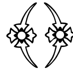
اپنے پھولوں کی حفاظت کیلئے ہر پودا
خار ہر ٹہنی کے ہاتھوں میں تھما دیتا ہے
جیسے بچوں کی حفاظت کیلئے ہر انساں
خوفِ دشمن ہو تو تلوار اٹھا لیتا ہے



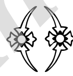
یہ عمر رفتہ بھی کچھ ایسی بے نیازی سے
بشر کے ذہن میں یادیں بسا کے جاتی ہے
کہ جس طرح کوئی شہزادی راہ چلتے ہوئے
گدا کی جھولی میں سکے گرا کے جاتی ہے



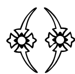
کسی کی پہلی محبت کا جملۂِ اول
کچھ اس طرح سے بڑھاپے میں گدگداتا ہے
کہ جس طرح کسی فٹبال کے کھلاڑی کو
پھر ایک جیتا ہوا میچ یاد آتا ہے



ہوا کے دوش پہ بنتا ہے قصر الفت کا
جو پیار کرتے ہیں سانسوں سے پیار کرتے ہیں
جو ڈور سانسوں کی ٹوٹے تو پھر وہی عاشق
ہو رونمائی تو منہ دیکھنے سے ڈرتے ہیں



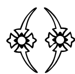
تھکا ہوا کوئی مزدور نرم مٹی پر
بڑے سکون سے یوں محو خواب ہوتا ہے
کہ ماں کی گود میں جیسے کوئی حسیں بچہ
انگوٹھا چوستا ہے ، سکھ کی نیند سوتا ہے



ظاہر پرست دنیا میں اک صاحبِ کمال
یہ سوچنے لگا ہے مصیبت ہے زندگی
جس کو معاوضہ بھی میسر ہو بعد مرگ
اس شخص کی تو زندہ قیامت ہے زندگی



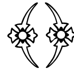
وہ حاسدوں کی نظر میں سدا حقیر رہا
جو شخص شمعِ علم و ہنر جلاتا رہا
وہ بد نصیب تو چمگادڑوں کی دنیا میں
تھا روشنی کیلئے اپنا گھر جلاتا رہا



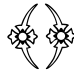
کھلکھلا کر منتیں کرتے ہوئے
ہو گئی وقفِ سماجت ہر گھڑی
گل نہ تب تک مسکرایا ناز سے
درد سے شبنم نہ جب تک رو پڑی



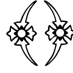
ایکالوجی نے سچ تو کہا ہے یہ دوستو
زندہ ہے جو غذا پہ وہ ہے خود بھی اک غذا
زنجیر اغذیہ کی کڑی ہے وہ جو بھی ہے
کھائے گا تو کسی کو تو خود کھایا جائے گا



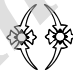
اس شرافت پسند دنیا میں
آدمیت اناتھ ہوتی ہے
بھینس پر حق فقط اسی کا ہے
جس کے بندوق ہاتھ ہوتی ہے
اب حفاظت بھی اپنی عزت کی
غنڈہ گردی کے ساتھ ہوتی ہے



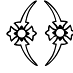
میک اپ میں جتنا خرچ ہے دنیا میں ہو رہا
بانٹو تو پھر غریب کوئی دہر میں نہ ہو
سب کوٹھیوں کے پردے اگر تم اتار لو
کوئی بھی تن برہنہ کسی شہر میں نہ ہو



کم ظرف کو مل جائے اگر دولتِ دنیا
بھوکا اسے ہر پہلو میں دکھلاتی ہے کچھ بھوک
وہ جتنے بھی پکوانوں سے ہے پیٹ کو بھرتا
اندر کے کسی گوشے میں رہ جاتی ہے کچھ بھوک



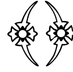
بارود پہ خرچ اٹھتا ہے اک ملک کا جتنا
ہو خرچ زراعت پہ تو غربت نہ کہیں ہو
ٹینکوں کو بنا لے اگر ہر ملک ٹریکٹر
ایک اِنچ بھی بنجر نہ زمانے میں زمیں ہو



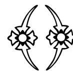
تو بھی مفلس ہے میں بھی مفلس ہوں
مفلسی کا شکار ہیں دونوں
اصل دولت تو ہے سکون و قرار
اصل میں بے قرار ہیں دونوں



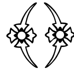
تعلّی



میری مہکار سے دیار مہک اٹھے ہیں
ہفت جنت کے چمن زار مہک اٹھے ہیں
میری مہکار سے قائم کی ہے پہچان ہوتی
جام عرفاں کے طلبگار مہک اٹھے ہیں



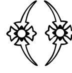
میں بوستان غیرتِ عظمیٰ کا پھول ہوں
بادِ وِلا کے جھونکوں سے ابدی نکھار ہے
نشو و نما پہ میرے چمن محو رقص ہیں
خوشبو پہ میری بلبلِ عرفاں نثار ہے



حسن کے دلنشیں تصور سے
بھیگتے ہیں خیال شعروں کے
جیسے شبنم کے نرم قطروں کو
چھو کے گزریں بہار کے جھونکے



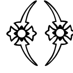
یہ تجاہل سا عارفانہ ہے
کیوں نہ قرباں بشر حیات کرے
پوچھتے ہیں یہ شعر کس کا ہے؟
جعفرؔ اب کون ان سے بات کرے



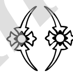
سنتے ہیں میری بات تو بتلانے سے کچھ بعد
ہر شخص سمجھتا ہے تو سمجھانے سے کچھ بعد
آواز سے بھی تیز میرا نطق و بیاں ہے
گونجے گی صدا میری میرے جانے سے کچھ بعد



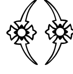
شب دیز قلم میرا جہاں سعی کناں ہے
جو گرد ہے تا گردوں منازل کا نشاں ہے
پیرو کیلئے جملہ سبک گامی کے باوصف
اشعار کی تطہیر میں راکٹ کا دھواں ہے



ہیں شعر گونجتے کانوں میں شورِ نے کی طرح
بھرے ہیں جام خرد میں خیال مئے کی طرح
اور نفس ملہمہ دیتا ہے جدتیں بڑھ کر
وصول کرتا ہے جعفرؔ تو مال فے کی طرح



بالقصد لب شکستہ ہوں مجروحِ عشق ہوں
خاموش ہوں اگرچہ میں قرآں شکار ہوں
اک جرمِ حق نوائی سے رسوا ہوں اے عزیز
ورنہ میں کچھ فنون کا پروردگار ہوں



ڈھونڈو گے حقیقت کے طلبگار میرے بعد

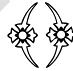
تڑپے گا تمہارا بھی دلِ زار میرے بعد

ٹھکرا تو رہے ہو میرے اخلاص کو اے دوست

پاؤ گے نہ مجھ جیسا وفادار میرے بعد

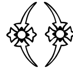
شوخی

کوئی غرقابِ تمنا سے بچا لے مجھ کو
کوئی بن جائے میرا اپنا بنا لے مجھ کو
اے زمانہ تیرا انمول خزانہ میں ہوں
ہو نہ ایسا کہ کوئی تجھ سے چرا لے مجھ کو



تو نے اسباب فراہم تو کئے ہیں خالق
حسن اور عشق کے اطوار دیئے ہیں خالق
کتنے وہ جام ہیں جو تیری عنایت کے بغیر
میں نے خود اپنی جسارت سے پیئے ہیں خالق

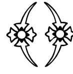
ناقدری



اب سخن فہمی کی دیکھو انتہا
شعر اُڑ جاتا ہے بس اک واہ میں

پٹ رہی ہیں تالیوں پہ تالیاں
ایک دیوانے کی مقتل گاہ میں

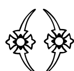
بے ثباتی



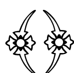
کب تک رہے گا ہمدم تیرا جمال باقی
اک روز اس کا ہو گا خواب و خیال باقی

دن زندگی کے اب تو جعفرؔ گزر گئے ہیں
ہے رہ گیا فقط اک روزِ وصال باقی

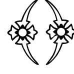
اصلاحی



بیٹیاں پکچر میں ہیں محوِ سرور
اس قدر ڈرتے ہیں خود بیوی سے وہ
اب کلب میں چھوڑ کر بیگم کو خود
اپنا بہلائیں گے دل ٹی وی سے وہ



بے ربطی جنوں سے اک ترتیب بن گئی
وحشت زدہ کے عشق کی تقریب بن گئی
عریانی و فحاشی نے پائی نہ جب جگہ
شوخی سے آ کے اک نئی تہذیب بن گئی



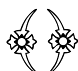
تو نے اوہام کو ایمان بنا ڈالا ہے

اپنی تاویل کو قرآن بنا ڈالا ہے

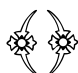
جن پہ ملکوت گماں رکھتے ہیں خلاقی کا

تو نے اس ذات کو انسان بنا ڈالا ہے

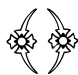
کٹھ ملائیت



تعداد میں یہ لشکر ابلیس بہت ہے
تلوار چلانے میں بھی ہو گی تجھے زحمت
ان سب پہ تو کر ایک ہی ایٹم کا دھماکہ
مت دے تو انہیں چیخنے چلانے کی فرصت



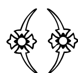
ایک ملا دوسرے کو قتل ہوتا دیکھ کر
اپنے کل اعمالِ بد کو برملا کہہ جائے گا
آج جو اپنے برابر بھی تجھے کہتا نہیں
تیغ چلتی دیکھ کر تجھ کو خدا کہہ جائے گا



ملا کی سوچ میں جو توحد شدید ہے
کرتا ہے بات سچے مسلمان کی طرح
تعظیم بھی کسی کی گوارا نہیں اسے
وحدانیتِ سے ربط ہے شیطان کی طرح



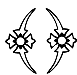
ملا کی ہمہ بینی و مکاری کو دیکھو
اک دو کی نہیں لگتا ہے دس بیس کی اولاد
یہ سجدۂ تعظیم کو ہے شرک سمجھتا
اس بات سے ثابت ہے یہ ابلیس کی اولاد



فرعون کا مزاج ، سقیفہ کا رازداں
جیش یزید کا تو اسے جانِ جاں سمجھ
ہے سنتِ رسول کا لیبل لگا ہوا
داڑھی نہیں یہ بغض علیؑ کا دھواں سمجھ



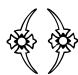
وہابیت سے کہو باندھ اپنے کتوں کو
یہ باؤلے ہیں انہیں خود ذرا سنبھال کے رکھ
گزر رہا ہے ابھی کاروانِ منزل حق
دریدہ دہن نہ بھونکیں نکیل ڈال کے رکھ



دنیا کی مذمت پہ ہے تقریر وہ کرتا
درسوں کی مدد اصل میں موضوعِ بیاں ہے
یہ دنیا و عقبیٰ کی طرف لیتی ہے لپٹیں
سانپوں کی طرح ملا کی دو شاخہ زباں ہے



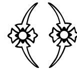
تو دیکھ ملا کی اس دوغلہ مزاجی کو
یہ دین و دنیا کے سانچوں میں خوب ڈھل کے چلے
یہ ایسا سانپ ہے ابلیسیت کے جنگل کا
جو ہر قدم پہ نئی کینچلی بدل کے چلے



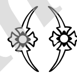
نیکیوں کا حساب رکھنے والے
ہر عمل کا جواب رکھنے والے
نوجواں حور پر تو مرتا ہے
ریش پر نت خضاب رکھنے والے



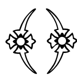
شوقِ صوم و صلوات کہہ ڈالوں
لطفِ حج و زکواۃ کہہ ڈالوں
نوجوانوں پہ فتوے جڑتے ہو
تیرے حجروں کی بات کہہ ڈالوں



یہ احمق مولوی دجال کافر
مسائل پہ گلے نت پھاڑتا ہے
اگر حبِ علیؑ کی سمت کھینچو
تو مخرج کی دولتی جھاڑتا ہے



کہاں غائب تو ہے آ جا کہ ہے تاخیر میں خطرہ
یہ ملا تیرے دین کبریا کو بیچ ڈالیں گے
خدا کا شکر ہے جعفرؑ خدا رویت سے باہر ہے
گر ان کا بس چلے تو یہ خدا کو بیچ ڈالیں گے



اک شجر کہہ دے اگر میں ہوں خدا یہ بھی بجا

بجلیوں میں ہو خدا جلوہ نما یہ بھی بجا

مولوی کو دشمنی ہے صرف آلؑ اطہار سے

هُوَ نَحنُ پر نہیں کہتا سدا، یہ بھی بجا

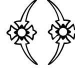


آئے ہیں اسلام میں وہ نامراد

دین میں پھیلا رہے ہیں اِرتداد

ان عبا والوں سے بچنا دوستو

''دین ملا فی سبیل اللہ فساد''



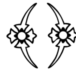
اے راہ نوردِ عشق ذرا دیکھ بھال کے

ہیں راستے پہ موت کے سو پھن چھپے ہوئے

گمراہیاں فروش عبائیں خرید کر

ہیں راہنما کھڑے تو ہیں رہزن چھپے ہوئے

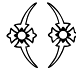
متفرقات



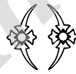
زندگی کی پر خطر گلیوں میں چلتا ہے فراق
دل کی نازک سی رگوں میں ہنس کے پلتا ہے فراق
میں تو ہوں جعفر فراق و ہجر کا روشن دیا
میری ان تابانیوں میں کھل کے جلتا ہے فراق



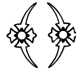
جن کو سونی کوکھ کا احساس دامن گیر ہو
وہ کسی ماں کا دُرِ شہوار لے لیتے ہیں گود
اس طرح سے بانجھ ہوتے ہیں جو فکری طور پر
وہ کسی کے پرکشش افکار لے لیتے ہیں گود



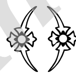
بدن میں خون میرا ہوگیا ہے سرد اس درجہ
ہے اک بھرپور تنہائی ہمالہ کی فضا جیسی
نہیں کوئی کشش رشتوں کی باقی اب زمانے میں
ہے بے وزنی کی کیفیت سی مجھ پہ اب خلا جیسی



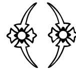
میرے ادراکِ جہالت کی اتھاہ جھیلوں میں
علم کی پریاں بھی عرفان پیا کرتی ہیں
قیصری شوکتیں اس فقر کے اجڑے پن کی
جوتیاں سیدھی تفاخر سے کیا کرتی ہیں



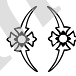
میں نے ماحول کی آنکھوں کی عبارت پڑھ کر
دل کے مفہوم سمجھنے کا ہنر سیکھا ہے
میں نے مصنوعی رواداری کی ضربیں کھا کر
اپنی ہی ذات کے اندر کا سفر سیکھا ہے



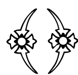
برق بازی ہے عذابِ حشر ہے مشکل بھی ہے
اک قیامت ہے جسے کہتی ہے دنیا پیار ہے
دل سے دل تک راستہ جاتا تو ہے اس عشق کا
لیکن اس رستے پہ چلنا موت سے دشوار ہے



ہم تو خود سے دشمنی کرتے رہے
دشمنوں سے دوستی کرتے رہے
ہر ستم پر معذرت ہوتی رہی
ہر قدم پر ظلم بھی کرتے رہے



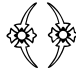
اپنی ہستی کیا ہے جعفرؔ اک ٹیلے کی دھاری ہے
اک اک لمحہ سو سو خطرے اس کو کون بچائے گا
اک سرکاری ایریا میں یہ اپنی عارضی جھونپڑی ہے
گر طوفان نہ آئے گا تو بلڈوزر تو آئے گا



اٹکی ہوئی ہے سانس تیرے انتظار میں
ہے جاں بلب تمنا دل بیقرار میں
لگتا ہے اپنے آپ کو دہرا رہا ہوں میں
اب جدتیں نہیں ہیں میرے شاہکار میں



لاکھوں علوم اور ہر اک علم یہ کہے
لائے ہو عمر نوح تو وہ مجھ پہ وار دو
عمر شرر ہماری تقاضا کرے کہ تم
من میں میرے تم علم اِسی پل اتار دو

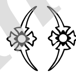


بعض رشتے عصر کے میٹھے ہوا کرتے ہیں دوست

ٹوٹتے ہیں جب تو حسرت یک بیک سر آ پڑے

دل کی افسردہ سی کیفیت ہے ہوتی اس طرح

جس طرح نالی میں بچے کی گنڈیری جا پڑے

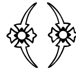


عصر میں مرعوب قوموں کا یہی دستور ہے

بھاگتے ہیں اس طرح پیچھے نئے اقدار کے

ہر گزرتی کار کے پیچھے ہیں اڑتے جس طرح

روڈ پر بکھرے ہوئے ٹکڑے پھٹی اخبار کے

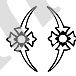


قدم قدم پہ ہیں بکھرے ہوئے کئی احساس

یہ دل اٹھا کے انہیں یوں مقام دیتا ہے

کہ جیسے بچہ ، پڑی قیمتی سی چیز کوئی

اٹھا کے جلدی سے نیفے میں ٹوم لیتا ہے

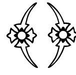


سن سنا کے اپنے ماضی کی درخشاں داستاں

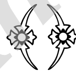
ہم بھروسے پر ہیں زندہ مردنی اقدار کے

اپنی بے خبری سے لگتا ہے کہ کوئی جس طرح

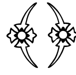
سو رہا ہو سائے میں گرتی ہوئی دیوار کے



پہچان اپنی مل کے ہیں قومیں مٹا رہی
اقدار گم ہیں عصر کے گرد و غبار میں
نوکِ قلم میں زہر ہو ، سینے میں طلبِ زر
یہ ہیں تو تم ادیب ہو اس روزگار میں



اللہ کے نزدیک تو محبوب ہے تقویٰ
اس دور میں ہر شخص کا محبوب ہے پیسہ
اس وقت ہے تقویٰ ، تو ہے پیسے سے مماثل
اس دور میں زاہد کا بھی مطلوب ہے پیسہ

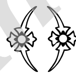


فکر کی چوٹی پہ غربت کی سیاہی کا سماں

من کے خوداروں کو لگتا ہے کچھ اس طرح عجیب

لے کے سوچوں کے خزائن بدنما اوراق پر

در پہ ناشر کے کھڑا ہو جس طرح مفلس ادیب

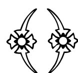


معاشرے میں کوئی باضمیر زندہ بشر

کچھ اس طرح سے حقائق بیان کرتا ہے

رپٹ خود اپنے ہی لٹنے کی جیسے لکھوانے

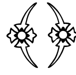
شریف شخص بھی تھانے میں جاتے ڈرتا ہے



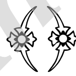
کچھ ایسی ہوتی ہے حالت اس اہل عزت کی
مقام اپنا جہاں میں جسے نہ مل پائے
کہ الٹے پیج پہ فلموں کے اشتہاروں کے
کسی کی غلطی سے کوئی حدیث چھپ جائے



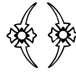
یہ فلسفہ ہے رزقِ حلال و حرام کا
یعنی حرام کا ہے جواز اضطرار میں
اور قوت لایموت سے آگے ہے جو حلال
وہ بھی حرام ہے نگہِ کردگار میں



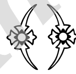
نبید شعر مسلسل کشید کرتا ہوں
خودی کو بیچ کے الفت خرید کرتا ہوں
اٹھا کے جامِ قلم مست مئے وِلا ہو کر
عدوءِ آلؐ کی مٹی پلید کرتا ہوں



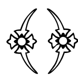
جو فرض ہوا فرض نبھاتے رہنا
ہر حکم پہ سر اپنا جھکاتے رہنا
صلوات ہو بر آلِ محمدؐ جعفرؑ
دشمن کو بھی صلواتیں سناتے رہنا



وہ قدسیوں کی مقدس جبیں کے سجدے تھے
نگاہِ حق میں تو وہ بھی بشر کے لائق ہیں
بشر بہ قدس فرشتہ مزاج بن جائے
کب اس کے سجدے وہ خیرالبشر کے لائق ہیں



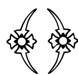
ملکوت کی بے عیب جبینوں کی قسم ہے
اس روح کو راس آئے تھے تقدیس کے سجدے
شیطاں نے وہ کب سجدے سے انکار کیا تھا
آدم ہی نے ٹھکرائے تھے ابلیس کے سجدے



اس باب پہ جو آ کے گدا ہو کوئی کیا جانے
وہ ان کی عنایات سے کیا ہو کوئی کیا جانے
بے مانگے جو انسان کو دے دیتے ہیں سب کچھ
اور مانگنے والے کو عطا کیا ہو کوئی کیا جانے



اس در کے بھکاری کو بھی کیا ملتا ہے
انسان کے دامن سے سوا ملتا ہے
جعفرؔ تو ذرا دیکھ کہ کیا شانِ عطا ہے
اس باب سے مانگو تو خدا ملتا ہے



آلِ احمدؐ کے فضائل پہ جہاں کہتا ہے

شیعہ غالی ہیں ، انہیں رب سے ملا دیتے ہیں

ہم بھلا کون انہیں رب سے ملانے والے

حق تو یہ ہے وہ ہمیں رب سے ملا دیتے ہیں

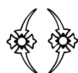


تہذیب نو کے اندھے مقلد او بے خبر

آبِ حیات کیا ، یہ سراسر سراب ہے

اب اپنی زندگی پہ ذرا غور کیجئے

رسے پہ چل رہے ہو ، توازن خراب ہے



جس گود میں جس چیز سے ہو نشو و نمو دن

ہوتی ہے تو بس فطرتِ انسان کی تکمیل

فرعون کی آغوش نے موسیٰ کو نہ بدلا

اور سامری بن جائے تو پروردۂ جبریل

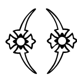


سامری پلتا اگر فرعون کی آغوش میں

پھر اسے تعلیم و تربیت کا ہم کہتے اثر

حضرت روح الامیں کی گود کا پالا ہوا

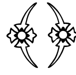
کتنی حیرت ہے کہ باندھے بت پرستی پر کمر



موسیٰ جو تھے فرعون کی آغوش کی زینت
جبریلؑ نے اس گود سے موسیٰ کو نکالا
جو جیسی کرے ویسی بھرے یاں بھی ہے صادق
ابلیس نے پھسلا لیا جبریل کا پالا



مَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ خدا کہتا ہے
بوڑھا بچوں کی سی حرکات کیا کرتا ہے
عین خطرات میں ، لازم ہو جہاں خاموشی
یہ تو رو رو کے وہاں حشر بپا کرتا ہے

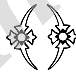


موہے کاہے روکت ہے تو اس در سے میں بھیک نہ مانگوں

پریم پجاری اس در آنویں یاں سے ہی بھکشا ملتی ہے

اس در والے ایسے بھاگی نردھن کا بھی سواگت دھاریں

جعفرؔ پاپی ہر پاپی کو نرگ سے یاں رکھشا ملتی ہے

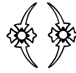


زباں ہو قید تہذب میں تب زباں ہو گی

وگرنہ سمجھو کہ یہ مرگِ ناگہاں ہو گی

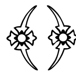
دراز ہو کے یہ انساں کو چھوٹا کرتی ہے

بڑھا جو ایک ہی نقطہ تو یہ زیاں ہو گی

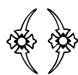


نورِ ایمان میرے دل میں ہویدا کر دے
مہر تاباں سے فزوں دل کا سویدا کر دے
عرش ہے تنگ وسیع ہوتا ہے قلب مومن
تو سما جائے جہاں دل ہی وہ پیدا کر دے

﴿صنعتِ مہملہ غیر منقوط﴾



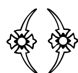
ہر ملک سہما ہوا ہر سو صدائے المدد
وہ علم دار عسکرِ اسلام حملہ ور ہوا
حر کا رُو حر کا لہو مہر سما کا ماحصل
سائلِ اولاد احمدؐ اس طرح سرور ہوا



پھول کو تم پھول کہو خار کو تم خار کہو
بھائی کو تم بھائی کہو یار کو تم یار کہو
ناری بن جاؤ گے جعفرؔ کا نہ گر مانا کہا
نار کو مت نور کہو ، نور کو مت نار کہو



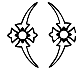
میرے دل سے دُرِ اخلاص لیں گے
دُرِ نایاب ہیں غواص لیں گے
جواہر جوہری لیتا ہے جعفرؔ
تقدس کے گہر خواص لیں گے



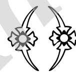
گزرے ہیں کتنے سال تمہاری حیات کے
لازم ہے اپنے آپ کو جعفرؔ سنوار لو
باقی جو زندگی کے بچے ہیں یہ چند روز
بہتر ہے یہ گناہ سے بچ کر گزار لو



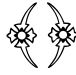
معمولی برائی سے بھی لازم ہے کنارا
ممکن ہے نہ ہو قادرِ مطلق کو گوارا
معمولی سمجھ کر جو کریں گے اسے پیہم
یوں قہر خدا جوش میں آئے گا دوبارہ



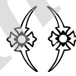
ہر شخص کی قسمت میں یہ تحریر ازل ہے
یہ موت ہے قدرت کا جو قانونِ اٹل ہے
ہر شخص نے ہے ذائقہ اس موت کا چکھنا
جو زندہ ہے دنیا میں وہی وقفِ اجل ہے



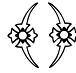
خدائے کل کے اندازِ نوازش اور عنائت سے
بشر نے شان دنیا میں ہے واللہ بیکراں پائی
کوئی قدسی نہیں پہنچا فرازِ آدمیت تک
کیا سجدہ بشر کا جب وحی نے تب اماں پائی



طائرِ عقل یہاں کس طرح پرواز کرے
کیا خرد تیرا کسے آشنائے راز کرے
ذرہ از پرتو انوارِ تو گر خواہد رخش
کم ہے خورشید پہ جس طور سے وہ ناز کرے



راست گوئی سے مفر ہے زندگی بے انضباط
آج اعدائے خدا سے ہے ہمارا اختلاط
اب جہنم کی طرف لڑھکا ہوا ہے ہر بشر
چھوٹ چکی ہے دین حق کی ہم سے وہ پل صراط

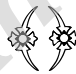


میرا کمال نہیں ہے یہ شعر کہنے میں

یہ میں سوالی کی صورت کسی سے لیتا ہوں

کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں یہ گوہر عرفاں

کسی کریمؐ سے لیتا ہوں بانٹ دیتا ہوں

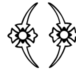


یہ ناریانِ ازل نورِ حق کو کیا سمجھیں

یہ بے خبر ہیں کہ اس نور پاک میں کیا ہے

کہاں یہ نور کی پہچاں ، یہ روزِ اول بھی

کہ امر حق سے نہ سمجھے کہ خاک میں کیا ہے



ہے فَوقَ کُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیم سے ظاہر

امام عصر ہی شیٔ علیم ہوتا ہے

علیم ہی سے جو لے علم ہاں وہ عالم ہے

وگرنہ ملو ہے شیطاں سکیم ہوتا ہے

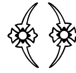


ہم اِھدِنَا الصِّرَاط کا کرتے رہے ہیں وِرد

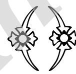
اب تک نہیں خدا نے سنی یہ ہماری بات

لگتا ہے خلق میں نہیں دلچسپی لے رہی

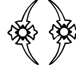
تنگ آ چکی ہے خلق سے خالق کی پاک ذات



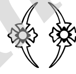
اچھائی ''کردنی'' ہے کہ وہ اچھی چیز ہے
اچھائی کر یہ سوچ نہ ، کیا کر رہا ہے تو
گر نیکیوں میں نیت اجر و ثواب ہو
اچھائی سے بھی گویا برا کر رہا ہے تو



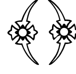
وہ خوش قسمت ہیں نورِ حُسن میں جلنا ملے جن کو
کمالِ اوج ہے گر حسن جلوؤں میں مٹا ڈالے
ہر اک پروانے کی قسمت میں ہوتا ہے کہاں جلنا
مجھے ان پر ہے رشک آتا جنہیں شمع جلا ڈالے



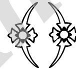
عالم میں گر ہو دولت و شہرت کی آرزو
عالم نہیں وہ جاہلِ باطل بدوش ہے
حاصل جسے ہو مسند ارشاد پیشہ ور
وہ دیں فروش اصل میں یزداں فروش ہے



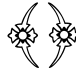
یہ مانتا ہوں تیری راہ سے میں بھٹکا ہوں
میں کیسے کہہ دوں کہ اس کا مجھے شعور نہیں
میں الٹی سمت میں جتنا بھی جا چکا ہوں جناب
تجھے تو علم ہے میں پھر بھی تجھ سے دور نہیں



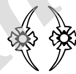
نہیں یہ نیند یہ حق کا خمار ہے جعفرؔ
یہ لڑکھڑانا جو یوں بار بار ہے جعفرؔ
ہے آج آنا میرے میکدے کے ساقی نے
یہ مستیوں سے بھرا انتظار ہے جعفرؔ



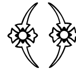
سائنس نے چاند پہ مریخ پہ کب پایا ہے
کوششیں کیں ، پہ نہ دنیا کا سبب پایا ہے
میں نے بھولے سے جو اک بار کبھی جھانک لیا
اپنے ہی قلب کی گہرائی میں رب پایا ہے



یہ بابِ علم کا فرماں بجا ہے
کہ نازِ ناخلف بیکار ہو گا
جہاں کردار کی ذلت گرا دے
وہاں نسبی شرف بیکار ہو گا



وہ ہے تو نظر کیوں آتا نہیں وہ ہے ہی نہیں وہ ہے ہی نہیں
ہر دشمن آنکھیں میٹ کے یہ تکرار بڑھائے بیٹھا ہے
جعفرؔ اس ذات کے دشمن کو ہر ملّا کو یہ علم نہیں
خالق کا غضب دشمن کیلئے تلوار چھپائے بیٹھا ہے

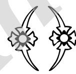


انسان جب بھی قدسی قباؤں کو بیچ کر

اوجِ ہوس پہ دادِ گناہ مانگنے لگے

ابلیس اپنے جملہ معاصی کے باوجود

آدم کے لختِ دل سے پناہ مانگنے لگے

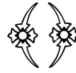


تو نے جنت کو بھی آنکھوں سے نہ دیکھا جانا

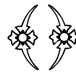
تو نے آثار و مؤثر پہ کیا غور سہی

حشر و توحید و نبوت کو کہاں دیکھا ہے

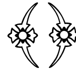
اتنے اَن دیکھوں میں اَن دیکھا بس اک اور سہی



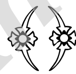
زباں کی نوک میں اٹکا ہوا ہے حرفِ دعا
اور دل میں کتنے تقاضوں کے خالی کاسے ہیں
ہے میرا ذوقِ طلب شرمسار اس درجہ
کہ منہ چھپائے تقاضے میری دعا سے ہیں
کھڑے ہیں کب سے یہ کیسے کہیں کریمؐ سے ہم
کہ مستحق بھی نہیں دید کے بھی پیاسے ہیں



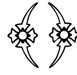
اے دل غلط خیال کی آماجگاہ نہ ہو
اے پیکرِ گناہ سنبھل یہ گناہ نہ ہو
لب پر سکوتِ صبر کے تالے لگائے رکھ
لاکھوں جفائیں دل پہ تو سہہ ایک آہ نہ ہو



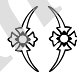
فکر نے فہم و فراست ہی کی ظلماتوں میں
چشمہءِ نورِ حقیقت کو حقیقت پایا
علم و عرفان کے خود لاکھوں سمندر پی کر
میں نے اک نقطہءِ عرفانِ جہالت پایا



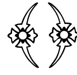
ثنا کے سرد سیاچین میں یہ طفل خیال
چلا ازل سے ابد تک اسے زمیں نہ ملی
تمہارے نور کی تشبیہ ڈھونڈتے گزری
خدا سمیت خدائی میں بھی کہیں نہ ملی



تھی ارضِ فکر پہ ہر آن گرمیوں کی دوپہر
میرے شعور کا سورج کبھی ڈھلا ہی نہیں
ہے اپنی تیرہ بیانی کا اعتراف مجھے
کہ نورِ مدح کسی حرف میں ڈھلا ہی نہیں



تمہاری شانِ جلالت کی چاندنی پی کر
جو شعر اترے میرے قلب کی منڈیروں پر
انہیں نہ جانے گنگنے کا اِذن کیوں نہ ملا
وہ چپ رہے میرے افکار کے سویروں پر

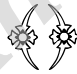


مختارؑ انتقام کی ہلکی سی اک جھلک

مختارؑ انتقام کا اک بابِ ناتمام

مختارؑ ملکِ آلِ محمدؐ کا ایک ایڈ

اور اصل ہے تو وہ میرے مولاؑ کا ہے قیام

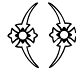


خود پہ ظلم شدید کرنے والے

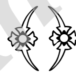
اپنی مٹی پلید کرنے والے

جز عداوت نہ کچھ بھی پاؤ گے

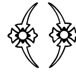
دوستوں پر امید کرنے والے



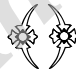
ضبط گریہ تلخ ہے آنسو بہانا تلخ تر
ضبطِ غم مشکل سہی ہونٹوں پہ لانا تلخ تر
عشق میں ہے دل فریبی جس پہ مرمٹتے ہیں لوگ
گفتگو آساں تر ، کر کے دکھانا تلخ تر



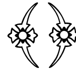
بے نیازِ لبِ آرا ہے تو فنکار ہے وہ
فن کی تکمیل میں جو دنیا نہ اور دیں چاہے
قدردانی کی توقع سے بھی ارفع ہو کر
من کے فنکار کے جذبات کی تسکیں چاہے



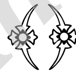
لومڑی سے ایک دن اک شیر نے ہنس کر کہا
تو نے اے بزدل کہاں سے سیکھی ہیں فنکاریاں
ہنس کے بولی اس شجاعت کا ہے طاقت سے وجود
اگتی ہیں کمزوریوں کے کھیت میں مکاریاں



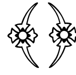
دشمن پہ اعتبار تو مجھ کو کبھی نہ تھا
اپنوں کے اعتبار نے مروا دیا مجھے
جن کے بدن پہ دیکھا تھا احرام دوستی
ان حاجیوں نے دار پہ لٹکا دیا مجھے



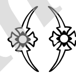
جو شخص ہو کردار کی اصلاح سے مایوس
کیچڑ ہے وہ اوروں پہ یہاں پھینکتا رہتا
جیسے کسی گاڑی کے ہو انجن میں خرابی
ہے جلتے ہوئے سب پہ دھواں پھینکتا رہتا



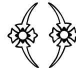
جہاں میں تم کو یارو حساب دینا ہو گا
خدا کے آگے جا کر جواب دینا ہو گا
جفا تمہاری ہے مجھ کو ضعیف کرنے والی
زلیخا کہنا ہو گا ، شباب دینا ہو گا



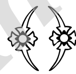
شاہی یہ غلامی یہ امارت یہ غریبی
ہیں فرض کی تعین میں اوہام کے پوتے
تعین سے جو چاہے بنا لے اسے دنیا
ہوتے ہیں گروپ خون کے رشتے نہیں ہوتے



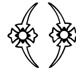
ہر عاقبت اندیش کو مقصود ہے مقصد
خود اپنے حقوق آپ بھلانا بھی بجا ہے
ہر صلح سے اگتے ہیں مفادات کے زینے
گر زعم شکست اس سے جنم لے بھی تو کیا ہے



میری اُداسی پہ ہنسنے والے تمہارا دل بے قرار ہو گا
میری محبت پہ شک ہے تم کو کسی سے تم کو بھی پیار ہو گا
جنوں کی زد سے نہ بچ سکو گے نہ دستِ وحشت سے بچ سکو گے
تمہارے رنگین پیرہن کا یہ دامن اب تار تار ہو گا



اچھا کیا یہ تم نے کہ مجھ کو بھلا دیا
تقدیسِ عشق کا مجھے اچھا صلا دیا
تجھ کو خدا نصیب کرے عمر جاویداں
اس کی دعا ہے جس کو ہے تو نے مٹا دیا

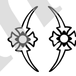


میں ہوں میخوار مجھ سے ہوش کی باتیں نہ تم پوچھو

کٹیں جو میکدے میں پیار کی راتیں نہ تم پوچھو

اچھلنا جام و ساغر کا مہربانی وہ ساقی کی

میری ساقی سے وہ رنگیں ملاقاتیں نہ تم پوچھو

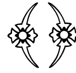


یہ کیا نصیب ہے جس پر بھی مجھ کو پیار آیا

نہ مجھ پہ اس کو گھڑی بھر کو اعتبار آیا

اسے تو غیر کی باتوں سے فرصتیں نہ ملیں

میں بے رخی کے تلاطم میں شب گزار آیا

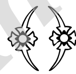


ہے فیصلہ میری عبرت تلاش نظروں کا

جہاں بھی حسن ہو درسِ آفرین ہوتا ہے

یہ زلفِ یار کے ہر بال نے کہا مجھ سے

ہو اتفاق جہاں بھی حسین ہوتا ہے

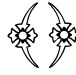


ادھوری داستانِ زندگی کو

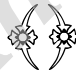
سکوتِ مرگ میں دہرا رہا ہوں

بدن کی چار دیواری کے اندر

میں اپنی روح خود چنوا رہا ہوں



خیر و شر جب خدا کی جانب ہے
ہم سے پھر انتقام کیسا ہے؟
جب وہ ہوتا ہے جو خدا چاہے
مصطفیٰ کا نظام کیسا ہے؟



ان میرے کاسہ بکف ہاتھوں کی ذلت پر نہ جا
تو عجائب گھر میں ان ہاتھوں کی تلواریں بھی دیکھ
جھونپڑوں میں جھانکنے والی نظر سے یہ کہو
نقشِ پا سے تو مزین گھر کی دیواریں بھی دیکھ

یا مولاؑ کریم

سلام

یارب دلِ غمگیں کی جگر سوز دعا ہے
کیوں منتقم آلؑ حجابوں میں چھپا ہے

سجدے سے نبیؐ جس کی محبت میں نہ اٹھے
سجدے ہی میں سر اس کا بصد ظلم کٹا ہے

قاتل کو بھی تھا جس نے ضیافت سے نوازا
افسوس شہید اس کا پسر پیاسہ ہوا ہے

سرورؐ بھی تھماتے تھے جسے ناز سے زلفیں
آج انہی کی زلفوں میں سجی خاک شفا ہے

سرتاجِ رسل دوش پہ خود جس کو اٹھائیں
افسوس کہ سر اس کا سرِ طور کھڑا ہے

جس بی بیؑ کو والد نے بھی جی بھر کے نہ دیکھا
وہ شام کے بازار میں ہے، حشر بپا ہے

جعفرؔ ہیں سبھی ارض و سما پھوٹ کے روتے
خوں روتا ہے ، جو موجبِ تخلیق سما ہے

یا مولاؑ کریم

﴿سلام﴾

حسینؑ تیرے مراتب کی انتہا نہ ملی
خرد نے ڈھونڈنا چاہا تو ابتدا نہ ملی

حسینؑ چاہتے تھے لعلؑ کی حنا بندی
لگا دی خون کی مہندی مگر حنا نہ ملی

بوقت کوچ پکارا کیا معصومہؑ نے
وَا اَصغَرَا کی صدا دی مگر صدا نہ ملی

سمجھ میں آ گیا کہنہ قبا طلب کرنا
بہن کو بھائی کے لاشہ پہ جب ردا نہ ملی

کچھ اتنا گہرا تھا یہ سوز قلب عابدؑ کا
علاجِ حضرتِ مختار سے شفا نہ ملی

ہوئیں جو واردِ دربار ملکہؑ عصمت
تھا احترام کہ کوئی بھی چشم وا نہ ملی

سلگ رہا ہے ہر اک دل الم سے اے جعفرؔ
نشاطِ آلؑ سے تسکینِ مدعا نہ ملی

یا مولاؑ کریم

سلام

شمسِ الضحیٰ علیؑ مہِ کامل کے سامنے
اسمِ علیؑ کلید ہے مشکل کے سامنے

اصغرؑ تمہارے عزم پہ قربان دو جہاں
ہنستا ہے بھولے پن سے تو قاتل کے سامنے

شبیرؑ نے دیا ہے زمانے کو یہ سبق
جھکنا ہے موت ، خنجر باطل کے سامنے

کئی لاکھ ہیں یہ ہیبت عباسؑ دیکھئے
اک تیر سا کھڑا ہے ہر اک دل کے سامنے

حرموں کے نام سن کر یہ سجادؑ نے کہا
ظالم ستم نہ کر ، بھری محفل کے سامنے

عباسؑ کے تھا سر کو بھی پاسِ ادب سدا
رہتا نہ تھا وہ بہن کے محمل کے سامنے

جعفرؑ جنہوں نے لوٹا ہے گلزارِ مصطفیٰ
دیکھیں خدا کرے انہیں عادل کے سامنے

یا مولاؑ کریم



سلام

سرِ نیزہ تو جو سوار ہے اے حسینؑ اس میں بھی راز ہے
تو بلند سے ہے بلند تر ، تو بلندیوں کا فراز ہے

ہے جبیں لہو ، ہے تپش فزوں ، ہے زبانِ پاک پہ شکرِ حق
تیری غربتوں میں شکوہِ حق ، تجھے کتنا صبر پہ ناز ہے

اے سقیفے والو کرو حیا جو نہ دو فدک تو یہ دیکھ لو
ہے یہ کون در پہ سوال کن ، کہو کس کا دست دراز ہے

جو نگاہِ شوخ بھی دیکھ لیں تیری باگ کو بھی جو روک لیں
ایسے خاطیوں کو بھی بخش دیں ، تیری رحمتوں کو مجاز ہے

کہا شہؑ کے پسر صغیرؑ نے یہی فرق ہے ارے ظالمو
وہاں انحطاطِ شعور ہے ، یہاں عقل نغمہ طراز ہے

سرِ جونؑ لے کے حسینؑ نے کئی بار چوم کے یہ کہا
اے نثارِ عاشق ذاتِ حق ، تیرے عشق میں بھی نیاز ہے

کہا ابن سعد سے حرؑ نے یہ تجھے کفر حق سے عزیز ہے
یہ کمال ہے تیرے کفر کا جو سدا سے شعبدہ باز ہے

ہے مچلتی دل میں یہ آرزو تجھے دیکھوں اپنے میں روبرو
اے حریمِ حق تیری منتظر میرے من کی اصلی نماز ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

ہے سلام سبطِ رسولؐ پر کہ ضمیر دیں کو جِلا دیا
تہہ تیغ پڑھ کے نمازِ حق ہے جہاں کو سجدہ سکھا دیا

یہ حسینیتؑ کا ہے اَرمَغاں ، رہِ حق میں موت ہے زندگی
یہی اِنبساطِ حیات ہے کہ ہے خوفِ حشر مٹا دیا

یہی صبغۃ اللہ ہے دوستو ہیں نثار جس پہ جوانیاں
اے حبیبؑ ریش سفید کو جو ہے تو نے رنگ حنا دیا

گئے رن میں اکبرؑ نوجواں ہوئی دید ختمیؑ ءِ مرتبت
کبھی رخ سے کونا نقاب کا جو ہوا نے ہنس کے ہٹا دیا

میرے دُرِج چشم کا ہر نگیں تیرے نقش پا پہ نثار ہے
میرے کردگارِ وفا ہے کیا مجھے تو نے درسِ وفا دیا

نہ اٹھا یہ ارض و سما سکے وہ اثر تھا خونِ صغیر میں
ہائے بیکسی نے حسینؑ کی جسے زیب ریش بنا دیا

جعفرؑ آج دامن تر میرا ہے ہر اک گناہ سے دھل گیا
یہ جو ایک قطرہ خلوص سے میری چشم تر نے گرا دیا

یا مولاؑ کریم

سلام

صبر شاہ بڑھتا گیا ظلم و ستم کے ساتھ ساتھ
وردِ شکر حق رہا درد و الم کے ساتھ ساتھ

رحمتوں نے کی پذیرائی میرے افکار کی
آپ روح القدس چلتا تھا قلم کے ساتھ ساتھ

بِاَبِی اَنتَ وَ اُمِّی رو کے فرماتے تھے شاہؑ
حر کے لاشہ پر بصد اندوہ ،غم کے ساتھ ساتھ

جونؑ ہیں محو وِغا ، ملکوت ہیں سہمے ہوئے
خلد ہوتی ہے تصدق ہر قدم قدم کے ساتھ ساتھ

خونِ چشمِ عابدؑ بیمار نت بڑھتا رہا
ظالموں کو دیکھ کر اہلِ حرم کے ساتھ ساتھ

ملتجی جعفرؑ ہے آقاؑ آپ کی درگاہ میں
دستِ شفقت چاہیے نگہِ کرم کے ساتھ ساتھ

یا مولاؑ کریم

سلام

نمازِ شاہؑ نے اسلام کو توقیر بخشی ہے
چراغِ حق کو اپنے خون سے تنویر بخشی ہے

بقائے دین کو شہزادۂ جنت نے سر بخشا
ادھر بنتؐ نبی نے چادرِ تطہیر بخشی ہے

کہا ابن مظاہر سے یہ فرزندِ محمدؐ نے
خدا نے تیری پیری کو جواں تعبیر بخشی ہے

لیا جب گود میں اکبرؑ کو فرماتے تھے شاہؑ رو کر
یہ ناناؐ نے مجھے اپنی حسیں تصویر بخشی ہے

شہادت کیلئے اصغرؑ تمہاری بے زبانی نے
سرِ تقدیر خم ہے، وہ نئی تدبیر بخشی ہے

یہ جعفرؑ کیلئے آقا بڑا اعزاز ہے، تو نے
جو تعجیل فرج کی قیمتی جاگیر بخشی ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

جب غمِ شبیرؑ میں چشمِ حزیں نم ہو گئی
بارشِ فضل خدا انساں پہ یکدم ہو گئی

اصغرؑ بے شیر کی تشنہ دہانی دیکھ کر
آدمیت کی خرد بھی محوِ ماتم ہو گئی

بے گناہی نے دیا باطل کوں یوں احساسِ جرم
ظالموں کی زندگی وقفِ جہنم ہو گئی

دیکھ کر سجدہ شہیدؑ کربلا کا زیرِ تیغ
ان کے سجدے میں نمازوں کی جبیں خم ہو گئی

ہو گیا عباسؑ کا پرچم نگوں تو اس گھڑی
خود وفا عباسؑ کا لہراتا پرچم ہو گئی

انتقامِ کربلا کی جب ملی جعفرؑ نوید
غم سے روتی آنکھ بھی خوشیوں سے پرنم ہو گئی

یا مولاؑ کریم

سلام

السلام اے احمدؐ ذیشاں کے پیارے السلام
آسمانِ صبر کے روشن ستارے السلام

تو نے حُرّیت کو بخشا نازِ کلمہ ، نطق راز
اے حیاتِ عصر کے محکم سہارے السلام

دِیں عروسِ قتل گاہ کو بھی شفق آمیزیاں
پڑھ لئے گھونگھٹ میں جب اس کے اشارے السلام

جب سلامِ آخری اکبرؑ نے باباؑ سے کیا
شہؑ یہ بولے بہن کی فرقت کے مارے السلام

ہو کے پابندِ رضا مقتل میں آئیں بیبیاںؑ
رو کے بولیں بے وطن آقا ہمارے السلام

جعفرؔ اب بھی والیءِ کون و مکاں کہتے ہیں یہ
تم پہ قرباں اشک ہیں ہردم ہمارے السلام

یا مولاؑ کریم

سلام

ذکرِ مولاؑ کا کیوں چھپاتے ہو
حق و باطل کو کیوں ملاتے ہو

بولے شبیرؑ میرے اصغرؑ کو
آبِ تیر و سناں پلاتے ہو

اک سہارا ہو سب کا تم غازیؑ
تم بھی غربت میں چھوڑے جاتے ہو

میں ہوں فدیہ تمہارے اکبرؑ کا
اپنے نوکر کو آزماتے ہو

شمر سے کہہ رہی تھی معصوؐمہ
شاہِؐ یثرب کا خون بہاتے ہو

دامنِ تر کو دھوئیے جعفرؑ
زندگانی عبث گنواتے ہو

یا مولاؑ کریم

سلام

کون ہے بن میں جو تیروں میں دعا مانگے ہے
اپنے زخموں پہ بھی امت کا بھلا مانگے ہے

دیکھ کر تشنہ لبی ابر لہو روتے ہیں
شدتِ پیاس میں اللہ کی رضا مانگے ہے

سبطِ احمدؐ کو جو روتا ہے برائے جنت
کیسا کافر ہے ، جو رونے کا صلہ مانگے ہے

دیکھو ہمدردی کی اُجرت بھی کہیں ہوتی ہے
کیسا احمق ہے جو گریہ کی جزا مانگے ہے

دیکھ اے شمر نہ یوں کعبۂ توحید گرا
اپنے سر کس لئے تو قہر خدا مانگے ہے

دل میں اک درد ہے گھر پاک کے لٹ جانے کا
منتقم آ کہ میرا درد دوا مانگے ہے

یا مولاؑ کریم



سلام

برسا رہے ہیں تیر کسی نیم جاں پہ کیوں
ہے زلزلہ سا آج زمین و زماں پہ کیوں

جس کی جبیں کے واسطے سہرے تھے بے قرار
آئی خزاں کی رُت بھلا ایسے جواں پہ کیوں

عباسؑ سے یہ پوچھئے بازارِ شام میں
سر آپ کا نہیں ہے یہ نوکِ سناں پہ کیوں

ہے خوں زبانِ خنجر قاتل بھی چاٹتی
لیکن دعائے بد نہیں نوکِ زباں پہ کیوں

جعفرؔ کیوں انتقام ابھی تک ہے تشنہ کام
پھرتا ہے دندناتا ستم، اب جہاں پہ کیوں

یا مولاؑ کریم

سلام

دنیا میں پھر اسلام لہو مانگ رہا ہے
شبیرؑ کا پیغام لہو مانگ رہا ہے

عباسؑ کے پرچم کے محافظ ذرا جاگو
عباسؑ کا پھر نام لہو مانگ رہا ہے

قربانی اور ایثار میں قوموں کی بقا ہے
یہ جذبہ سرِ عام لہو مانگ رہا ہے

دھرتی کو چراغاں کرو تم اپنے لہو سے
خوش کن تیرا انجام لہو مانگ رہا ہے

جنت بھی عزا میں ہے تو فطرت میں عزا ہے
فردوس کا ہر کام لہو مانگ رہا ہے

جعفرؔ ہے نئے دور کا آغاز کہ جس میں
خالق کا ہر انعام لہو مانگ رہا ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

شبیرؑ تیرا جس نے بھی احساں بھلا دیا
گویا خدا کے ساتھ ہے قرآں بھلا دیا

مجھ سے حسینؑ ہے تو میں خود ہوں حسینؑ سے
امت نے مصطفیٰ کا یہ فرماں بھلا دیا

ملت کا تو ہی فردِ فراموش گار ہے
کیوں تو نے کربلا کا ہے عنواں بھلا دیا

پھر ہیں وہی یزیدی عزائم ، وہی نظر
تو نے ہے سوگِ شامِ غریباں بھلا دیا

خنجر بکف ہے تیرے لئے آج نسل شمر
ہے تو نے درسِ شاہِؑ شہیداں بھلا دیا

جعفرؔ یہ عرض کرتا ہے اے منتقم اب آ
کیوں تو نے انتقامِ غریباں بھلا دیا

یا مولاؑ کریم

سلام

اٹھو جاگو عزادارو حسینیتؑ بلاتی ہے
ہو تم غافل حسینیتؑ پہ اب پھر آنچ آتی ہے

کفن تم باندھ لو سر پر کہ وقت جاں فروشی ہے
یزیدیت کھلے بندوں جہاں پر دندناتی ہے

عزا خانے حقیقت میں نبیؐ زادی کے خیمے ہیں
یزیدیت انہی خیموں کو اب پھر سے جلاتی ہے

جنھوں نے ذوالجناح سے اس کے آقاؑ کو اتارا تھا
وہی قوم اب شبیہ ذوالجناح کو بھی مٹاتی ہے

ہمارے تعزیے کیا ہیں یہ ہیں شبیرؑ کا روضہ
تمہارے دیکھتے روضے یزیدیت گراتی ہے

یہ دھرتی شام کا بازار ہے دُشنام بازی ہے
وہی ہے فوج اور اب اپنے پھر جوہر دکھاتی ہے

یہ جعفرؑ کو یقیں ہے منتقم کی آمد ہے
یزیدیت کی ، ان کی تیغ ہی سے جان جاتی ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

بھیا ہر ایک ظلم دکھایا گیا مجھے
اپنے مقدروں پہ رلایا گیا مجھے

بتیس شہر کوفے سے تا شام آئے تھے
شہروں کی ہر گلی میں پھرایا گیا مجھے

سادانیوں کے سر پہ تو سایہ خدا کا تھا
بازار میں تھا اس طرح لایا گیا مجھے

نو سو سنہری کرسی پہ بیٹھے تھے فاسقین
دربار میں زمیں پہ بٹھایا گیا مجھے

منبر پہ تیرے سر پہ لعیں محو ظلم تھا
جس وقت شامیوں میں بلایا گیا مجھے

جعفرؑ نبیؐ کی بیٹیؑ تھی کرتی یہی دعا
اب آ اے منتقم ، ہے ستایا گیا مجھے

یا مولاؑ کریم

سلام

غمِ حسینؑ میں آنسو بہانہ واجب ہے
کہ مجلسوں میں بھی رونا رُلانا واجب ہے

یہ ہو گا حکم وہاں رونے والے کی خاطر
اسے تو قبر سے جنت میں جانا واجب ہے

کہا حسینؑ نے بی بیؑ سے کرنا صبر وہاں
تمہارا قیدِ محن کا نبھانا واجب ہے

کہا یہ عمر نے حرمل سے تیر چھوڑو ابھی
معصومؑ بچے کو پانی پلانا واجب ہے

گلے لگا کے معصومہؑ کو کہتے تھے مولاؑ
رہِ خدا میں میرا سر کٹانا واجب ہے

عباسؑ کہتے تھے مٹتا ہے اب تو نامِ وفا
جو اِذن دیں تو میرا پانی لانا واجب ہے

ہنوز مانگ لے جعفرؑ تو جلد مولاؑ سے
کہ آئیں دنیا میں مضمر خزانہ ، واجب ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

حسنؑ کے لعل کا ہر دل میں رات دن غم ہے
ہر ایک چشم بنؑ ہی کے غم سے پر نم ہے

بوقت نزع حسنؑ نے کہا یہ غازیؑ سے
خیال رکھنا میرے لخت دل کا سن کم ہے

جو دیکھا لاشۂ قاسمؑ کو شہ نے گیتی پر
تو بولے ہائے کہاں آج میرا ضیغم ہے

کہا یہ دائی نے اترے ہیں شاید اب قاسمؑ
کمر حسینؑ کی ہائے اسی لئے خم ہے

بنےؑ نے مانگی اجازت تو بولی بی بیؑ یہ
گھرا ہوا میرا منحوسیوں میں انجم ہے

تو بہتے اشکوں سے ہردم دعا یہ کر جعفرؑ
وہ اب تو آئے جو زخمی دلوں کا مرہم ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

جس جگہ ماتم سردارِ جہاں ہوئے گا
جو بھی روئے گا وہ دامن سے گناہ دھوئے گا

آپ ہی جھولا جھلاؤں گی یہاں آ کر میں
آب پی کر جو میرا چاند یہاں سوئے گا

روکتا جب کوئی رونے سے تو کہتا عابدؑ
خون کے آنسو یہ بیمار سدا روئے گا

دے تو دیتا ہوں اجازت میں تجھے اے اکبرؑ
لعلؑ کو ہاتھوں سے ایسے نہ کوئی کھوئے گا

کرتا ہے ختم جوانی کی بہاریں جعفرؑ
عمل کے بیج کو کب مزرعہ میں بوئے گا

یا مولاؑ کریم

سلام

خیال سارے تمہارے فضول ہیں لوگو
بشر نہیں، یہ خدا کے رسول ہیں لوگو

یہ نورِ ذاتِ خدا ہیں ذرا خیال کریں
یہی تو دین مبیں کے اصول ہیں لوگو

جنہیں اسیر زمانہ بنا کے پھرتا ہے
وہی تو گلشن عصمت کے پھول ہیں لوگو

ہیں آ رہے یہاں جعفرؑ کے وارثؑ و والی
دعائیں اب تو ہماری قبول ہیں لوگو

یا مولاؑ کریم

سلام

کرب و بلا میں مسلم کعبہ گرا رہے ہیں
تصویر مصطفیٰ پر تیر آزما رہے ہیں

خود جس کو مصطفیٰ کے ہونٹوں نے مس کیا تھا
ظالم اسی گلے پر خنجر چلا رہے ہیں

قرآن اور عترت خود دے گئے تھے سرورؐ
خیموں کے ساتھ ظالم قرآں جلا رہے ہیں

عابدؑ کو غش پڑی ہے اور جل رہے ہیں خیمے
شبیرؑ کی بہن کے اب بین آ رہے ہیں

تیروں سے جسم چھلنی عباسؑ با وفا کا
بازو کٹا رہے ہیں ، پانی بچا رہے ہیں

معصومہؑ رو رہی ہے عباسؑ جلد آؤ
اشکوں سے پیاس اپنی اب ہم بجھا رہے ہیں

اب تو نبیؐ کے گھر میں ابدی بہار آئے
کب سے ہمارے آقاؑ آنسو بہا رہے ہیں

یا مولا کریم

سلام

رات ہو چاہے کتنی لمبی آخر تو کٹ جاتی ہے
تاریکی ہو جتنی گہری آخر تو چھٹ جاتی ہے

دل کے بند کر کے دروازے یہ غم کب تک ناچیں گے
اک منہ زور خوشی ہر در کے توڑ کے اب پٹ جاتی ہے

رات کی دلہن ان تاروں کی سیج پہ کب تک سوئے گی
پہلی کرن ہر رات کے آخر کھول کے گھونگھٹ جاتی ہے

ہونا نہیں مایوس کبھی بھی یہ سارے دکھ عارضی ہیں
درد کی رات ہے جتنی بڑھتی اتنی ہی گھٹ جاتی ہے

اشکوں میں لپٹے ہوئے فقرے بن کے دعا جب بہتے ہیں
روحِ اجابت پیاس بجھانے سمجھ کے پنگھٹ جاتی ہے

یا مولاؑ کریم



(نفاذِ فقہ جعفریہ کانفرنس اسلام آباد ، کے موقعہ پر لکھا گیا)

اے دورِ ظلمات کے یزیدو ہیں شیرِ یزداں کے شیر شیعہ
یزیدیت سے مقابلہ ہے کہ آج باطل ہے پھر تقیہ

ہے سر کٹانا ہمارا مسلک کٹا کے سر ہم رہیں گے فاتح
لہو کی سرخی سے ہم کریں گے نفاذ فقہءِ جعفریؑہ

ہیں آج سب سر بکف کھڑے کہ ہے زندگی سے یہ موت بہتر
حسینیوں کو حسینؑ نے زندگی کا بخشا ہے یہ کلیہ

تمہارے ہاتھوں میں رائفلیں اور مشین گن ٹینک توپخانہ
ہمارے نعروں کی وہ صدا ہے کہ جس کے انداز خیبریہ

ہماری اک ضربِ نطق کی تاب لا سکے گا نہ قصر شاہی
کہ جب صدا ہو گی یا علیؑ کی نہ بانس ہو گا نہ بانسریہ

حسینؑ پر زندگی یہ جعفرؑ نثار ہو بھی تو خوف کیا ہے
اسی پہ قربان ہو گی یہ چیز اصل ہے جس کا یہ عطیہ

یا مولاؑ کریم



سلام

جب گئے سرورؐ تو دنیا کیا سے کیا ہونے لگی
ظلم کی ہر رسم امت میں ادا ہونے لگی

ملکۂ کونین کو یوں بے سہارا دیکھ کر
یک بیک تبدیل دنیا کی فضا ہونے لگی

اشک باری پر یہاں پابندیاں لگنے لگیں
وادیٔ یثرب مثالِ کربلا ہونے لگی

اس بھرے دربار میں بی بیؑ نے جب خطبہ دیا
شام کے بازار کی تھی ابتدا ہونے گی

جب ہوا در پاک ٹھنڈا دی یہ خالق نے صدا
آج کیوں شامِ غریباں کی جفا ہونے لگی

جعفرؑ اس بی بیؑ کا تشنہ آج تک ہے انتقام
منتقم آؤ کہ اب ہے انتہا ہونے لگی

یا مولاؑ کریم



غازیؑ سا دنیا میں کوئی نہ بہادر ہو گا
پیاس و تنہائی میں یوں کوئی نہ صفدر ہو گا

زندگی ساری رہا جو کہ غلاموں کی طرح
دنیا میں کوئی بھی ایسا نہ برادر ہو گا

بین کرتی تھیں سدا مادرِ عباسؑ ہائے
کربلا میں میرا ضرغام بے خنجر ہو گا

ہاتھ میں اس کے نہ تھی ہائے وہ شمشیر پدر
تنہا تھا شیر میرا اور وہ لشکر ہو گا

رو کے کہتے تھے یہ غازیؑ دو اجازت جو مجھے
قتل اک روز میں نو لاکھ کا عسکر ہو گا

کہتے تھے فضلؑ سے عباسؑ بوقت رخصت
کرنا خدمت یہاں تنہائی میں اصغرؑ ہو گا

تم نہ رونا جو چلی جائے اگر جان میری
سرخرو یوں تیرے مولاؑ ہی سے نوکر ہو گا

مانگتے رہتے ہیں جعفرؑ یہ دعا شام و سحر
آئیں وہ جس سے جہاں سارا منور ہو گا

یا مولاؑ کریم

سلام

دکھائی دیتا ہے حیدرؑ ہی کار ساز مجھے
کیا جہاں سے اسی شے نے بے نیاز مجھے

تمہارا نام ہی لیتا ہوں روز و شب آقاؑ
جہاں میں کوئی بھی آتی نہیں نماز مجھے

کوئی تو کرتے ہیں شاہی پہ ناز دنیا میں
ہے واللہ تیری غلامی پہ آقاؑ ناز مجھے

میں چل رہا ہوں ہمیشہ تیرے تصرف میں
ملی ہے صرف یہی وجہِ امتیاز مجھے

میرے شعور میں رچ بس گیا ہے میرا کریمؐ
کیا جہاں میں اسی شے نے سرفراز مجھے

یہ کارنامہ نہیں میری ذات کا جعفرؔ
کیا کرم نے ہے اپنا حریم راز مجھے

یا مولاؑ کریم

شہید محراب

یہ کون ہے نماز میں پیہم جھکا ہوا
بے خوف ہے قریب ہے قاتل کھڑا ہوا ہے

شمشیر چل گئی پہ نہ سجدے سے سر اٹھا
آگے پڑا ہوا ہے عمامہ کٹا ہوا

کس کا یہ سر سفید بہ ضربت ہوا حنا
رنگین جس طرح سے ہو قرآں کھلا ہوا

یوں سامنے خدا کے ہے یہ کون سرخرو
ہے خون ریش پاک پہ آ کر حنا ہوا

تڑپا جو جسم خون میں خود عرش ہل گیا
بینوں سے کس کے فرش پہ محشر بپا ہوا

رو کر کہا حسینؑ نے دیکھوں میں کس طرح
اپنے ضعیف باپ کو غلطاں پڑا ہوا

کرنا تو چاہتے ہیں یہ تلقین صبر کی
وقتِ نزع ہے دستِ یداللہ اٹھا ہوا

ماتم ہے ہر طرف تو سروں میں غبار ہے
کوفہ میں کربلا کا ہے نقشہ بندھا ہوا

جعفرؑ حسنؑ کے لعلؑ دکھائیں جہان کو
ہمشکلِ مصطفیٰؐ کے ہو سہرہ سجا ہوا

یا مولاؐ کریم

ندبہ جناب سجادؑ

علیہ الصلوات والسلام

اے حسینؑ تیرا یہ پیار ہے جو ہے دفن غم کے مزار میں
تجھے جان سے بھی عزیز تھی وہ لٹی ہے جو تیرے پیار میں

ہے فضا میں درد رچا ہوا مجھے ایسا لگتا ہے جس طرح
کسی ماں کے درد کی سرد آہ ہے مخل فضا کے قرار میں

جسے عمر بھر نہ خوشی ملی جسے اِرث میں ملی بے کسی
یہ اسی کے درد کی شام ہے جو اٹی ہے غم کے غبار میں

میری بیکسی کی ہے انتہا کہ میں پھول بھی نہ چڑھا سکا
میری آنکھیں شمع مزار ہیں جو ہیں جل چکی تیرے پیار میں

جو سفر سے بھی تھی نا آشنا اور سفر کیا بھی تو اس طرح
وہ ہزاروں میل کا فاصلہ وہ تڑپ وہ درد پکار میں

میرے کان اب بھی ہیں سن رہے وہی باز گشت آہ و بکا
میرے ہاتھ آج بھی جل رہے ہیں اسی کی لمس مہار میں

وہی شہر درد کی رونقیں وہ ہجوم شور وہ ہا و ہو
جو ستم ہوئے سر رہگذر نہ رہے کسی کے شمار میں

جعفرؑ آج مرکز درد و غم ہیں اسی کے درد میں خوں فشاں
کوئی بہن بھائی کے ہجر میں سدا رو رہی ہے مزار میں

یا مولاؑ کریم



اہلِ عالم کا سدا حال زبوں دیکھا ہے
سب پہ چلتا ہوا عصیاں کا فسوں دیکھا ہے

اب تو اولاد و زر و مال کے بدلے میں یہاں
میں نے لٹتا ہوا عالم کا سکوں دیکھا ہے

قائمؑ آل محمدؐ کا جسے درد نہیں
اس پہ دیکھا ہے تو لعنت کا جنوں دیکھا ہے

منکر آلِ محمدؐ کے گلے میں ، میں نے
طوق لعنت کا بھلا کیسے کہوں دیکھا ہے

گرچہ مسجودِ ملائک بھی تھے حضرت آدم
میں نے ان کو بھی اسی در پہ نگوں دیکھا ہے

جعفرؐ ان آنکھوں کو پھر ہنستا ہوا سب دیکھیں
صدیوں جن آنکھوں سے بہتا ہوا خوں دیکھا ہے

یا مولاؑ کریم



اے چاند ستارو چھپ جاؤ یہ شامِ غریباں آئی ہے
ناموس نبیؐ ہیں باپردہ تطہیر بھی خود شرمائی ہے

اے بادِ صبا چل آہستہ یہ گنج شہیداں ہے ہر سو
سوئے ہیں شہیدِ راہِ وفا بڑی مشکل سے نیند آئی ہے

ذرا دھیمے چل تکلیف نہ ہو ہر موئے بدن تک زخمی ہے
ابھی آنکھ لگی ہے تو ان سے اٹھکیلیاں کرنے آئی ہے

صحرا کے اس سناٹے میں کچھ بین سنائی دیتے ہیں
یہ کون غریبوں کی لاشوں پر اشک بہانے آئی ہے

کیوں آج عروسِ شب پیہم روتی ہے کھول کے بالوں کو
بے گور و کفن کچھ لاشے ہیں صحرا کی فضا گھبرائی ہے

جنگل کے درندے لاشوں کے ٹکڑوں کو اٹھا کر دانتوں میں
اک جا پہ جمع یوں کرتے ہیں تقدیر کی آنکھ بھر آئی ہے

وہ دور کہیں اس صحرا سے آتی ہے صدائے الحافظ
کیا درد کی چوٹ ہے لہجے میں ہر اک میت تھرائی ہے

ہے گرد یتیمی چہروں پہ اور آہیں سرد لبوں پر ہیں

سہ روز کے پیاسے بچوں کی کیا یاس بھری تنہائی ہے

یہ مادرِ اصغرؑ کہتی ہیں جھولے میں جسے آرام نہ تھا

وہ ٹھنڈی ریت پہ سوتا ہے ہر سو تاریکی چھائی ہے

اے نہرِ فرات ان موجوں کو تو روک کہ اب نہ شور کریں

بہرِ فاتحہ خوانی معصومہؑ بھیا کی لحد پر آئی ہے

جعفرؔ سلطانِ زمانہ ہی اس شب کے درد سے واقف ہیں

کئی صد برسوں سے آنکھوں کے ہر اشک کا رنگ حنائی ہے

یا مولاؑ کریم

درد یتیمی

کرتی تھی بین یہ معصومہؑ تاریکی سے گھبراتی ہوں
جب یاد اصغرؑ کی آتی ہے اشکوں کے دیپ جلاتی ہوں

اے بادِ صبا یہ چچا سے کہنا کہ معصومہؑ کہتی ہے
سینے پہ سلاتے تھے باباؑ اب خاک پہ ہی سو جاتی ہوں

تنہائی ہے ، معصومی ہے ، بے پدری ہے ، مایوسی ہے
رونے پہ میرے ہے پابندی چپکے سے اشک بہاتی ہوں

اب رات کو اکثر خوابوں میں بازار دکھائی دیتے ہیں
دربار نظر جب آتے ہیں تو خواب میں بھی ڈر جاتی ہوں

یوں دھوپ میں بیٹھا امیؑ کو میں تنہا دیکھ نہیں سکتی
پاس ان کے بیٹھ کے اصغرؑ کی لوری کو سدا دہراتی ہوں

بابا کا وہ آخری سجدہ ہی مری آنکھوں میں پھر جاتا ہے
ہر روز نماز میں جب اپنی سجدے میں جبیں جھکاتی ہوں

اصغرؑ کا حسیں رنگیں کُرتا اب میرے پیار کی دولت ہے
اس درد بھری تنہائی میں اسے چوم کے جی بہلاتی ہوں

اس چار دیواری سے اکثر رونے کی صدائیں آتی ہیں
جب خواب میں اپنے بابا کو میں سر کا زخم دکھاتی ہوں

ہیں خوف کے پہرے ہونٹوں پر تعزیر لگی ہے اشکوں پر
چچا کو صدائیں دیتی ہوں جب خود کو اکیلا پاتی ہوں

اک نانِ خشک اور آب گرم اک وقت بہ مشکل ملتا ہے
اس بات کا شکوہ بھیا سے کرتے ہوئے میں شرماتی ہوں

یا مولاؑ کریم

﴿سلام﴾

مجرائی شاہِؑ کربلا دیکھو
سر بہ سجدہ ہیں اور جفا دیکھو

یوں نمازی نماز پڑھتے ہیں
گرم دھرتی پہ سر جھکا دیکھو

تیر ہر سمت سے برستے ہیں
مرتجز کو سپر بنا دیکھو

بولی فضہؑ اے شمر ظلم نہ کر
دیکھتا ہو گا اب خدا ، دیکھو

تیغ ظالم بھی خون روتی ہے
یہ غریبی کی انتہا دیکھو

خونِ اصغرؑ جو چند قطرے ہیں
روئے شبیرؑ پر سجا دیکھو

جعفرؑ اعلان اب تو ہو جائے
انتقامِ شہِؑ ھدیٰ دیکھو

یا مولاؑ کریم

سلام

شبیرؑ تیری بن میں انوکھی نماز ہے
ماحول رُو بہ ظلم ہے ، تو بے نیاز ہے

اس بے گناہ خون کی گرمی نہ پوچھیئے
خنجر کی نوک ، دشت کا سینہ گداز ہے

بہتا ہے خونِ غازیؑ علم کی تلاش میں
بازو کٹے ہیں دست لہو تو دراز ہے

اصغرؑ کے دل پہ خوف کا کچھ شائبہ نہیں
ننھے سے ذہن کو بھی محبت پہ ناز ہے

جرم و خطا سے تیرا کرم ہے محیط تر
جس کو بھی بخش دے تو خود اس کا مجاز ہے

جعفرؑ اسی نے مقصد خلقت کو پا لیا
آقاؑ کے انتظار سے جو سرفراز ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

غمِ حسینؑ میں آنسو بہانے آئے ہیں
اور اپنے داغِ معاصی مٹانے آئے ہیں

جو پوچھا ختمِ رسلؐ نے تو بولے روحِ امیں
تیرے حسینؑ کا جھولا جھلانے آئے ہیں

ہیں چند آب کی بوندیں اٹھائے چونچوں میں
طیور خیمۂ اطہر بچانے آئے ہیں

حسینؑ تربتِ اصغرؑ پہ رو کے کہتے ہیں
تمہیں صغیرؑ گلے سے لگانے آئے ہیں

کہا یہ شامِ غریباں علیؑ کی بیٹی نے
ہم اپنے بھائی کو سب دُکھ بتانے آئے ہیں

چراغِ قبر نبیؐ اب بھلا ہو کیوں روشن
شقی جو شمعِ رسالت بجھانے آئے ہیں

اٹھا کے نامہءِ بیمار شاہؑ ، اکبرؑ کو
بہن کا آخری خط خود سنانے آئے ہیں

یا مولاؑ کریم



اسلام کی مہکی کلیوں سے اس خون کی خوشبو آتی ہے
جس خون کی سرخی عالم کو توحید کا رنگ دکھاتی ہے

شبیرؑ حسنؑ کے قاسمؑ کی اس شان سے شادی کرتے ہیں
ہاتھوں پہ ہے مہندی دلہن کے اور سر پہ اجل منڈلاتی ہے

معصوم کی لاش اٹھائی جب مظلومؑ نے کانپتے ہاتھوں پر
شبیرؑ کے بہتے اشکوں پر تقدیر بھی اشک بہاتی ہے

ہے عرشِ خدا بھی لرزے میں اور قبر نبیؐ بھی ہلتی ہے
سادات کے بینوں سے جس دم ہنسنے کی صدا ٹکراتی ہے

ناموسِ محمدؐ آتے ہیں بازار سجائے جاتے ہیں
پردہ جبریل بناتا ہے تطہیر قنات لگاتی ہے

اس رنگ کے اشک بہانے کی سجادؑ سے وجہ جب پوچھی
کہتے تھے کہ باباؑ کی غربت بیمار کو خون رلاتی ہے

جعفرؔ اس چشم کا کیا کہنا جو سبطِؑ نبی کو روتی ہے
وہ چشم نہیں ، ہے کانِ کرم جو لعل و گہر برساتی ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

یہ حَسْبُنَا کا مقصد ہے جو ہر سانچے میں ڈھلتا ہے
برنگِ تیرِ ظلم ، آلِ محمدؐ پر جو چلتا ہے

محمدؐ کا یہ بیٹا ہے جو ظلمِ امتِ شر سے
کبھی جو ڈگمگا کر یا علیؑ کہہ کر سنبھلتا ہے

نبیؐ زادی کا خیمہ ہے ، تجھے کیا علم اے ظالم
نہیں یہ نذرِ آتش ، کعبۂ تقدیس جلتا ہے

بقا کے رنگ میں جاویدیت کی شان پاتا ہے
شہید اپنے لہو میں ڈوب کر جس دم نکلتا ہے

اثر مظلومیءِ شبیرؑ کا ہے قلبِ آہن پر
کہ خنجر بھی گلوئے پاک پر رُک رُک کے چلتا ہے

گلے پر تیر کھا کر مسکرائے کہہ کے یہ اصغرؑ
کہ یوں جذبِ شہادت قلبِ طفلاں میں مچلتا ہے

یہ میری حسرتِ گریہ ابھی تک نامکمل ہے
اسی افسوس میں سجادؑ اب تک ہاتھ ملتا ہے

یہ جعفرؑ اہل عالم ذکرِ قائمؑ کو دباتے ہیں
ہمیشہ زہر یہ ، ظالم زمانہ کیوں اگلتا ہے

یا مولاؑ کریم

سلام

سجے ہیں کرب و بلا میں کیسے یہ کردگارِ وفا کے ٹکڑے
گلوں کی مانند سج رہے ہیں زمیں پہ گلگوں قبا کے ٹکڑے

علیؑ کے ہم شکل ہیں یہ غازیؑ علیؑ کا چہرہ خدا کا چہرہ
خدا کے آگے ڈرو خدا سے کرو نہ وجہِ خدا کے ٹکڑے

بہن یہ مجھ سے نہ پوچھ میں کیوں یوں چلتے میں لڑکھڑا رہا ہوں
جنھیں میں جھک جھک کے چن رہا ہوں بہنؑ ہیں تیری ردا کے ٹکڑے

تیرے لہو کی روانیوں نے شفا کی تاثیر بخش دی ہے
دعائیں عباسؑ دے رہے ہیں تجھے یہ خاک شفا کے ٹکڑے

وفا کے خالق کی جملہ چیزوں میں آپ رچ بس گئے ہیں ایسے
وفا کی خوشبو ہے، تم بھی دیکھو، علم ، مشک کے اٹھا کے ٹکڑے

ہے کتنی حسرت کہ پھر میں اپنے جواں کے حسنِ جواں کو دیکھوں
حسینؑ ترتیب دے رہے ہیں لہو میں ڈوبے ملا کے ٹکڑے

کبھی تو جعفرؑ ملے گا اذنِ جہاد اس شیرِ ذوالمنن کو
جہاں پہ اڑتے پھریں گے ہر سو تمام قومِ جفا کے ٹکڑے